کوئی چیز کھا نہین سکتا اور اگر کھا بھی لیا تو معدہ مین صلاحیت نہین کہ مثل جانورون کے گھاس
وغیرہ کو ہضم کر سکے۔ پھر جب ہوش سنبھالتا ہے اور اپنی ذاتی سعی سے غذا حاصل کرنے کی لیاقت
پیدا ہوتی ہے تو اوسکی غذا طبعی ایسی نہین جو پیشِ پا فتادہ ہوا و ہر جگہ دستیاب ہو سکے جیسے
حیوانات کیلیے مقرر ہے بلکہ ایسے غلون کی طرف محتاج ہے جنکو خاص طور پر زراعت کرکے
حاصل کرنیکی ضرورت ہے۔ پھر اوسکی طبیعت ایسی نازک بنائی گئی کہ مثل حیوانات کے زیر سما گزران
نہین کر سکتا اسلیے گھر کی طرف محتاج ہے پھر اندرونی اور بیرونی اسباب خدا جانے اوسپر کتنے
مسلط مین جنکی وجہ سے اس کثرت سے امراض اوسکو لاحق ہوتے ہین جنکی پوری فہرست ابتک
قلمبند نہو سکی ہر وقت ایک نئی بیماری کا سامنا ہے اور ایک نئی دوا کی حاجت ممکن نہین کہ مثل حیوانون
باقتضاے طبع اپنا علاج آپ کر سکے اب غور کیجیے کیا ممکن ہے کہ کوئی فرد بشر ان تمام ضروری اشیا کو
اپنی ذاتی کوششون سے فراہم کر سکے ہرگز نہین۔ صرف غذا ہی کو دیکھیے جسکی بوقت ضرورت
کس قدر دشواریون مین رکھی گئی ہے کہ جب تک اپنی ذات سے زراعت نکرے نہین مل نہین
سکتی بخلاف گھاس پتون کے جو حیوانون کی غذا ہے کہ باوجودیکہ ہر سال جانور چر کر اوسکو فنا کر دیتے
ہین مگر جب نیا سال آتا ہے تو بغیر اسکے کہ کوئی جانور تخم ریزی کرے اور زراعت کی مشقت اٹھائے
خود بخود پیدا ہوتی ہے اب زراعت کو دیکھیے کہ کتنی چیزون کی طرف اوسمین احتیاج ہوتی ہے
ابتدا ہل بنانے کی ضرورت ہے جو بغیر لوہے اور لکڑی کے نہین بن سکتا۔ پھر لوہے اور لکڑی کا
حاصل کرنا بھی آسان نہین اوسکے لیے بھی آلات کی ضرورت ہے پھر وہ آلات بھی بغیر بنائے
بن نہین سکتے اونکا مادہ حاصل کرنا بھی محتاج آلات ہے غرضکہ صرف آلات ہی کا سلسلہ ایک بات
دراز تک اوسکو پریشان رکھیگا پھر وہ آلات اگر بن بھی گئے اور غلہ حاصل بھی ہو گیا تو بغیر پکانے
کھانے کے لائق نہین ہوتا کیونکہ اوسکے معدہ مین اتنی حرارت نہین رکھی گئی جو مثل حیوانات
کے کچے غلہ کو پکا کر ہر وقت ہضم کر سکے بلکہ اوس کے ہضم کیلیے بہانتک بیرونی مدد کی حاجت ہے
کہ کئی چیزونکو پیسنے کی ضرورت ہے اسلیے ظروف وغیرہ کی احتیاج ہوئی پھر اون ظروف کے
بنانے مین بھی وہی دشواریان درپیش ہین علی ہذا القیاس مکان وغیرہ مین جو ضرورتین اور احتیاجین
لاحق ہوتی ہین محتاج بیان نہین۔ بہرحال انسان کو اتنی کثیر التعداد اشیا کی طرف احتیاج ہے کہ اونکی

صورت شکل وغیرہ سب باوجود اسکے یہ نہین کہہ سکتے کہ وہ سب نوع واحد مین بلکہ وحدت نوعی
اوسیوقت صادق آئیگی کہ صورت نوعیہ و طبیعت نوعیہ کل افراد مین ایسے طور پر پائی جاے کہ
دیکھنے والا فی البدیہہ کہدے کہ وہ سب ایک ہی طرح کی چیزین ہین مثلاً جس قسم کا گھوڑا دیکھا جاے
خواہ چھوٹا ہو یا بڑا دیکھنے والا سب کو ایک قسم مین داخل کر دیگا کیونکہ صورت نوعیہ سب کی ایک ہے
گو صورت شخصیہ ہر ایک کی ممتاز ہو اسیطرح جتنے افراد آتا مین سب کے ایک قسم کے ہونگے
جو طبیعت نوعیہ سے متعلق ہین اب دیکھنا چاہئے کہ بندر اور انسان کی صورت نوعیہ مین کسقدر فرق ہے
کہ بچہ بھی اگر بندر کو دیکھیگا تو ہرگز نہ کہیگا یہ ہوگا کہ بعض اعضا کی مشابہت سے اوسکو آدمی
کہدے اسیطرح انسان اور بندر کے لوازم و احکام مین فرق بین ہے انسان کا بات کرنا اپنے
ما فی الضمیر کو بذریعہ زبان و کتابت وغیرہ دوسرے پر ظاہر کرنا اور تمدن مین ایک دوسرے کی مدد
وغیرہ وغیرہ امور اسقدر ہین کہ بندرون مین ہرگز پائے نہین جاتے اگر بندر بھی نوع انسانی مین داخل
ہوتا تو اوسکی ضرورتین اور احتیاجین جو طبیعت نوعیہ سے متعلق ہین اوسکو تمدن پر مجبور کرتین اور
بمقتضاے ہمدردی معاونت باہمی سے حصہ لیتا حالانکہ بداہۃً ثابت ہے کہ جسقدر نوع انسانی
کو ضرورتین اور حاجتین لاحق ہین بندرون مین اونکا وجود نہین

فن فزیالوجی مین لکہا ہے کہ حکماے سابق نے غلطی کی جو انسان کو حیوانون کے رتبہ سے ازحد
بڑہایا اور روح کو انسان کے ساتھ مختص کیا اور تمام قوتون کو روح سے متعلق کر دیا اور خیال نہ کیا کہ
ادراک فہم و شفقت کی قابلیت بعض حیوانات مین انسان سے بھی زیادہ ہے اور تحقیق جدید سے
ثابت کیا کہ کل قواے روحانیہ دماغ سے متعلق ہین اور ہر ایک قوت دماغ کی ایک قسم کی ساخت
سے متعلق ہے خواہ انسان مین ہو یا حیوان مین

ہمین اس مین کلام کرنے کی ضرورت نہین کہ اون قوی کا تعلق روح سے ہے یا جسم سے مگر
یہ تو ضرور تسلیم کہ انسان اور حیوانات گو شکل اور بعض شمائل اور اخلاق و عادات مین برابر ہون مگر
انسان کی شرافت اور فضیلت کو کوئی حیوان نہین پہونچ سکتا خصوصاً فضیلت تمدن کو اوسنے تو
تمام حیوانون کو ذلیل و مسخر بنا دیا ممکن نہین کہ تمام حیوان ملکر اب انسان کا مقابلہ کر سکین اگر تمدن کے
فوائد پر گہری نظر ڈالی جاے تو ہمین ذرا بھی شک نہوگا کہ سعادت دنیوی تمدن سے بڑھکر کسی

چیز مین نہین ہو جب یہ فضیلت اور کرامت خاص انسان کو حاصل ہے اور کل حیوانات اوس سے
محروم ہین تو ماننا پڑیگا کہ نوع انسانی مین کوئی ایسی چیز ضرور ہے جو حیوانات کو نہین دی گئی اور ایسی
نعمت عظمیٰ سے محروم رکھے گئے۔

ماہرین فزیالوجی نے اقرار کیا ہے جیسا کہ [illegible] صاحب نے لکھا ہے کہ بعض اجزا جو انسان کے
دماغ مین ہین حیوانون کے دماغ مین پائے نہین جاتے مثلاً حضائص قیاسات جیسے اجزا نظر کی
امید بعید وغیرہ وغیرہ کہ خاص انسان سے تعلق رکھتے ہین وہ انکے دماغ مین دیکھنے مین نہین آتے
اس سے ظاہر ہے کہ گو انسان اور حیوان مین بعض امور مشترک ہین مگر بعض امور ایسے بھی ہین کہ کسی
حیوان مین نہین پائے جاتے اس سے ثابت ہے کہ نوع انسانی قوت ممیزہ وغیرہ کی وجہ سے تمام
انواع موجودات مین اعلیٰ درجہ تک پہونچ گئی ہے اگر سامعت و بصارت اور دوسرے اوصاف
مین حیوانات اوسکے شریک ہون تو اوسکی فضیلت پر ان چیزون کا کوئی اثر نہین پڑسکتا جیسے نباتات
مین بھی قوت غاذیہ و نامیہ و حیات ہوتی ہے [illegible] بھی ہوتی ہے جو بعض مین احساس تناسل
بھی موجود ہین جیسا کہ فن نباتات مین مصرح ہے مگر اس اشتراک سے انسان کی فضیلت مین کوئی
نقصان نہین آتا۔

اب حاصل [illegible] تجربون سے ثابت ہے کہ سوائے انسان کے نعمت تمدن
حاصل کرنے کی صلاحیت ہی کسی مین نہین اور [illegible] منشا تمدن [illegible] حاجتین ہین جو ہم کو
مجبور کر رہی ہین جنکا وجود سوائے انسان کے کسی مین نہین پایا جاتا۔ خدائے تعالیٰ کا ہزار لاکھ
شکر ہے کہ ہر طرح ہمین محتاج بنا کر ایک اعلیٰ درجہ کی نعمت کا مستحق بنایا ہے [illegible] نہین
ہوسکتا۔ دیکھئے یہ احتیاج کیسی قابل قدر چیز ہے کہ فخر الانبیا علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہین
الفقر فخری۔ یہی احتیاج ہے کہ دین و دنیا کی نعمتین اسکی بدولت حاصل ہوتی ہین [illegible]
کیسی ہی عمدہ سے عمدہ نعمت ہو اگر اسکی احتیاج نہو تو ہیچ ہے کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے
آب کم جو تشنگی آور بدست ۔ اگر حق تعالیٰ ہماری فطرت مین ہر چیز کی احتیاج [illegible] تمام عالم
ہمارے حق مین بیکار تھا اور مثل وحشیون کے ہم بھی دولت تمدن سے [illegible] مگر افسوس
ہے کہ ہم اپنی احتیاجون کا بھی احساس نہین کرسکتے اسکو دیکھ لیجئے کہ ہماری دینی [illegible]

حالت کہ فقط [illegible] کہ ہم ایسے خواب غفلت میں ہیں کہ یہ بھی نہیں جانتے کہ ہم
[illegible] تعالیٰ کے محتاج [illegible]
نہیں اپنی حاجتوں کا احساس [illegible] حاجت رووں کا خیال
پر نظر ڈالیں تو معلوم ہو کہ تمام چیزیں [illegible] رسان حاجت ہوتی
[illegible] مثلا [illegible]
[illegible]
جیسے آیات [illegible]

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانی بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

اسی موقع میں حق تعالیٰ فرماتا ہے یا ایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ یعنی اے
لوگو تم اللہ ہی کی طرف محتاج ہو ہرچند بظاہر ہماری احتیاج پانی غلہ وغیرہ کی طرف ہے مگر ان میں
کوئی چیز ایسی نہیں جو خود بخود پیدا ہو جائے بلکہ ہر چیز ممکن ہونے کی وجہ سے اپنے وجود میں
خالق کی طرف ضرور محتاج ہے جس سے ظاہر ہے کہ ہر حاجت ہماری خالق عزوجل ہی سے
متعلق ہے۔ اگر ہم اپنی حاجتوں پر نظر ڈالیں اور غور کریں کہ ہر ایک حاجت ہماری کتنی چیزوں سے
متعلق ہے تو یہ ثابت ہو جائیگا کہ عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس سے کوئی نہ کوئی حاجت
ہماری متعلق نہو گو اوسکو ہر شخص معلوم نہ کر سکے مثلا بادی النظر میں خیال کیا جاتا ہے کہ ہمارا
نشو و نما زمین پر ہے اسلئے کل حاجتیں ہماری زمین ہی سے متعلق ہونگی آسمان سے کوئی ہمارا
تعلق نہونا چاہئے۔ مگر حکما نے اپنے تجربوں سے ثابت کر دیا ہے کہ انظار کواکب کو بھی عالم
سفلی کی اصلاح میں مداخلت تامہ ہے اور حق تعالیٰ خود فرماتا ہے وسخر لکم الشمس
والقمر دائبین یعنے آفتاب و ماہتاب کو تمہارے مسخر بنا دیا اور ارشاد ہے وخلق لکم
ما فی الارض جمیعا یعنے تمہارے لئے ہمنے تمام چیزیں زمین کی پیدا کیں غرضکہ عالم علوی اور
سفلی پر تفصیلی نظر ڈالنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر آن میں ہم ہزارہا چیزوں کے محتاج ہیں پھر
اگر بمقتضائے انسانیت ہر حاجت روائی کے وقت یہ سمجھا کریں کہ تمام حاجتیں ہماری خاص

خدائے تعالی سے متعلق ہین جنکو وہ وقتاً فوقتاً روا فرماتا ہے اسلئے کہ بغیر اوسکے کسی چیز کا وجود ممکن نہین
تو بہ قرأت آیۂ شریفہ انتم الفقراء کا نقشہ آنکھون کے سامنے کھینچا رہیگا جس سے دل خود بخود اپنے
منعم اور محسن عز شانہ کا منقاد او شکرگذار رہیگا اور کیا تعجب کہ اس شکرگزاری کے عوض مین اور بہت سی
دنیوی و اخروی نعمتین عطا ہون کیونکہ جب اوسنے بغیر ہماری درخواست کے بے انتہا حاجتین ہم مین
پیدا کرکے دولت تمدن سے سرفراز فرمایا جسکی وجہ سے ہمارے بنی نوع وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ کے
خطاب سے تمام عالم مین ممتاز ہوے تو اون حاجتون کا احساس کرکے اگر حاجت روائیون کا شکر
ادا کیا کرین تو بیشک نعمتون کی زیادتی کے مستحق ہونگے جیسا کہ خود وعدہ فرماتا ہے ولئن شکرتم
لازیدنکم۔

حق تعالی نے تمام انواع مین سے صرف نوع انسانی کی فطرت مین جو بیشمار حاجتین رکھین اس سے صاف
ظاہر ہے کہ قبل تخلیق عالم حق تعالی کو منظور تھا کہ اس نوع کو عالم مین امتیاز تمدن عطا فرمادے اور اوس سے
یہ استدلال بھی ہوتا ہے کہ حق تعالی کو اس نوع کے ساتھ ازلی محبت ہے جسکا حال اس مثال سے
معلوم ہوسکتا ہے کہ اگر کسی مقتدر سخی بادشاہ کے یہان کوئی اوسکا مکرم دوست مہمان ہو تو اوس مہمان
کی جتنی حاجتین زیادہ ہونگی بادشاہ کی خوشنودی کا باعث ہے تاکہ ایک ایک حاجت اوسکی روا
کرے اور اپنی محبت اور عزت افزائی کا ثبوت دے اور اگر اوسکی حاجتین کم ہون تو حتی الامکان حاجتین
پیدا کرنے کی طرف اوسکی توجہ مبذول ہوگی مثلاً اوسکو بھوک کم ہو تو اشتہا پیدا کرنے والی اشیا کو
استعمال کرانے کا حکم طبیبون پر صادر ہوگا۔ غرضکہ مہمان کی زیادہ حاجتین زیادتی خوشنودی کا باعث
ہے اور اگر خود حاجتین اوسکی کم ہون اور اونکے پیدا کرنے پر وہ قادر نہ ہو تو اوسکی کم قسمتی پر بادشاہ کو
افسوس ہوگا مگر چونکہ خدائے تعالی خود خالق ہے اسلئے اوس مکرم نوع انسانی کی فطرت ہی مین انتہا
حاجتون کو پیدا کردیا اور اوسکی کل مایحتاج اشیا کو عالم مین بکثرت پیدا کرکے خبر دے کہ وہ سب کچھ
تمہارے لئے ہی ہمنے پیدا کیا ہے کما قال تعالی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ اور اس بات کو سمجھنے
کے لئے عقل بھی دی جو کسی حیوان کو نصیب نہین۔ پھر اوس مکرم نوع کو تمام انواع مین امتیاز اور
افتخار حاصل ہونے کی یہ تدبیر کی کہ ہی کی فطرتی حاجتون سے اونکو مجبور کرکے اونکی عقل کو یہ راستہ
بتایا کہ سب باہم اتفاق کرکے تمدن قائم کرین اور اوسکے بعد وقتاً فوقتاً الہامون کے ذریعہ سے

ترقی تمدن کی تدبیرین بتاتی ہین

الحاصل تمدن کی بنیاد فطرتی طور پر ڈالی گئی جب سے اوس کریم نے نوع انسانی کو سعادت دنیوی کے
حاصل کرنے کا عمدہ موقع ہاتھ آگیا اب اگر باوجود اتنے فضل و کرم کے کوئی شخص کفران نعمت
سے اور ایسے افعال کا مرتکب ہو جو خلاف مرضی خالق اور تمدن کو ضرر پہونچانے والے ہون
تو اسپر اولئك كالانعام بل هم اضل پورے طور پر صادق آجائیگا۔

چونکہ تمدن کی بنیاد فطرتی طور پر قائم ہوئی ہے جس مین انسان کے فعل و اختیار کو چندان دخل
نہین مگر عقل بھی اوسکو مفید اور ضروری سمجھتی ہے اور یہ گواہی دیتی ہے کہ آدمی کے حق مین تمدن
سے بہتر کوئی نعمت نہین ہوسکتی اسلئے کہ کل دنیوی سعادتون کا مدار اسی پر ہے۔ کیسے ہی بیوقوف
شخص سے نہ پوچھا جائے کہ آبادی کو چھوڑکر جنگل مین اقامت کرے ہرگز اوسکی عقل اوسکو گوارا
نکرے گی جب کل دانا انسانی تمدن کو نعمت عظمی سمجھتے ہین تو چاہیئے تھا کہ ہمیشہ اوسکی حالت
درست رہتی اور ہر شہر و قریہ مین امن و امان قائم رہتا جو روح تمدن ہے۔ اور جس طرح اوسکی بنیاد ہمدردی
پر رکھی گئی تھی اوسمین تغیر نہ آتا حالانکہ مشاہدہ اوسکے خلاف پر گواہی دے رہا ہے کہ بجائے ہمدردی
دل آزاری ہے اور بجائے امن قائم کرنے کے وہ تدابیر سوچی جاتی ہین جن سے بدامنی اور
فتنے ہوا کرین جدھر دیکھئے ایک دوسرے کا شاکی ہے۔ محکمہات سرکاری مین فوجداری
وغیرہ مقدمات اس کثرت سے رجوع ہوتے ہین کہ اہل عملہ کو فرصت نہین ملتی جس سے ظاہر ہے
کہ بجائے ہمدردی کے جو منشاء تمدن کا تھا باہمی خصومت قائم ہوگئی جو باعث فساد تمدن ہے۔
اب یہان یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہر آدمی کی عقل جب تمدن کو ضروری سمجھتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ
برخلاف مقتضائے عقل کے لوگ اپنے ہاتون سے تمدن کو خراب کیا کرتے ہین۔

غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ تمدن کو خراب کرنے والی بھی وہی فطرتی حاجتین ہین جو باعث
تمدن ہوئی تھین کیونکہ جب آدمی کو کسی چیز کی حاجت ہوتی ہے تو وہ مجبوری اوسکے حاصل کرنے
مین بتقاضائے طبیعت بدفع موانع و تحصیل ذرایع کی طرف مشغول ہوتا ہے اور جب تک کامیاب نہو
تسکین نصیب نہین ہوتی غرضکہ وہی حاجت اوسکو خودغرضی پر آمادہ کرتی ہے جسکا نتیجہ ہوتا ہے کہ اوس وقت
نہ تمدن کا خیال رہتا ہے نہ اپنے یا دوسرے کے ضرر کا جب ہر شخص اپنی اپنی

حاجتون مین خود غرضی اختیار کرے تو ظاہر ہے کہ تمدنی حالت کبھی اصلاح پذیر نہین ہو سکتی۔
اصل منشا خرابی تمدن کا ایک اور ہے جسکے بیان کے لئے تہوڑی سی تفصیل درکار ہے وہ یہ ہے کہ
آدمی کے نفس ناطقہ مین خالق عز وجل نے تین قوتین رکھی ہین جن پر بقاے شخصی اور بقاے
نوعی کا مدار ہے۔ ایک قوت ملکیہ جس سے حقایق امور کا ادراک متعلق ہے اور علم و حکمت کی تکمیل اسی
سے ہوتی ہے یہ قوت دماغ مین رکہی گئی ہے۔ دوسری قوت شہویہ جسکو بہیمیہ بھی کہتے ہین اس سے تمام
نفسانی خواہشین مثل کھانے پینے اور جماع وغیرہ کی متعلق ہین اگر کھانے پینے کی خواہش آدمی کو
نہو تو بدل ما یتحلل نہ پہونچنے کی وجہ سے چند روز مین ہلاک ہو جائیگا اور جماع کی خواہش نہو تو نسل منقطع
ہو جائیگی اس قوت کا مقام جگر ہے۔ تیسری قوت غضبیہ جسکو سبعیہ بھی کہتے ہین اس قوت سے
آدمی خطرناک امور پر پیش قدمی کرتا ہے اسکا محل دل ہے۔ یہ تینون قوتین ایک دوسرے کے
مباین ہین اون مین سے جو قوت زیادہ اور غالب ہوگی دوسری قوتین ضعیف اور بعض وقت
کالمعدوم ہو جاینگی۔ مثلاً قوت غضبیہ کو جب جوش ہو تو اوسوقت نہ عقل ٹہکانے رہتی ہے نہ کوئی
خواہش نفسانی ہوتی ہے اسیطرح قوت شہویہ اور ملکیہ کی زیادتی اور غلبہ کے وقت دوسری قوتین ضعیف
ہو جاتی ہین۔ یہ ان قوتون کی کمی و زیادتی ایک ایسی چیز سے متعلق کی گئی ہے جو ہمارے [illegible]
سے خارج ہے اسلئے کہ باوجودیکہ وہ نفس ناطقہ کی قوتین ہین مگر اعضا مین رکھی گئی ہین اور [illegible]
کمی و زیادتی اون اعضا کی حرارت و برودت سے متعلق کی گئی ہے مثلاً جسکے دل مین حرارت زیادہ ہو [illegible]
غصہ زیادہ اور شدت سے ہوگا۔ جسکے دماغ مین حرارت زیادہ ہو تو اوسکی فکر مین سرعت [illegible]
عقل سے متعلق ہے اور جسکے جگر مین زیادہ ہو تو قواے شہویہ مین زیادتی ہوگی اسیطرح [illegible]
کی کمی سے اون قوتون مین کمی ہوگی۔ پھر اون اعضا مین جو سردی و گرمی رکھی جاتی ہے [illegible]
انداز مقرر نہین کسی مین کم ہے تو کسی مین زیادہ مثلاً کسی کے دل مین حرارت بقدر ہوتی ہے [illegible]
زیادتی سے اختلاج پیدا ہو جاتا ہے اور کسی کے دل مین [illegible] ہوتی ہے [illegible] اوسکے بڑہانے [illegible]
دوائیون کی ضرورت ہوتی ہے یہی حال جگر و دماغ کا ہے غرضکہ قواے شہویہ و غضبیہ و ملکیہ
کی کمی و زیادتی اعضاے رئیسہ کی حرارت و برودت سے متعلق کی گئی ہے [illegible] ہمارے [illegible]
سے خارج ہے اور ظاہر ہے کہ جو افعال انسان سے صادر ہوتے ہین [illegible]

اسلئے ممکن نہین کہ سب کے افعال یکسان طور پر صادر ہون بلکہ جسپر قوت بہیمیہ کا غلبہ ہوگا اوس سے وہ افعال زیادہ صادر ہونگے جو بہائم سے ہوا کرتے ہین اور جسپر قوت سبعیہ کا غلبہ ہوگا اوس سے وہ افعال زیادہ صادر ہونگے جو درندون سے ہوا کرتے ہین اور ایسے ہی لوگ زیادہ ہوا کرتے ہین اسلئے کہ عقل جو بہ تحقیق حقایق اور تکمیل علم و حکمت سے اکثر محسوسات اور وجدانیات کے مقابلہ مین ضعیف ہوا کرتی ہے اسلئے لذائذ جسمانی کا احساس وقتاً فوقتاً آدمی کو اپنی طرف ایسا مائل کرلیتا ہے کہ ادراکات معانی کی نوبت ہی نہین آتی اور ابھی معلوم ہوا کہ ایک قوت کے غلبہ سے دوسری قوت مغلوب ہوجاتی ہے اسلئے قواے بہیمیہ اور سبعیہ کے متواتر غلبون سے قوت ملکیہ اکثر مغلوب اور بیکار رہیگی یہ آنا طبعی حرارت اور برودت کے ہین پھر اوس حرارت کو بڑھانے گھٹانے والے اسباب خارجیہ بھی بکثرت ہین جیسے دن رات فصول اربعہ مختلف غذائین دوائین حرکات و سکنات وغیرہ جن سے باطن انسان مین حرارت یا برودت پیدا ہوتی رہتی ہے۔ غرضکہ ان اسباب داخلیہ و خارجیہ سے آدمی کی قوت نفسانیہ پر ایسا برا اثر پڑتا ہے کہ قواے بہیمیہ او سبعیہ کو قوت اور ترقی ہوتی ہے جس سے جانورون کے سے افعال اکثر صادر ہوا کرتے ہین اور ظاہر ہے کہ حیوانات مین انھی افعال کی وجہ سے تمدن کی صلاحیت نہین اسلئے تمدنی حالت ہمیشہ مخدوش رہتی ہے اور نفس ناطقہ کو قواے بہیمیہ او سبعیہ کے غلبہ سے اتنی مہلت نہین ملتی کہ قوت ملکیہ سے کام لیکر اصلاح تمدن وقتاً فوقتاً کرسکے۔

فن فرنیالوجی جس مین کاسہ سر سے متعلق مباحث ہین اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ سر کے فلان مقام سے فلان صفت اور فلان خلق متعلق ہے۔ اوسمین مقاومت کا مقام بتلاکر لکھا ہے کہ اگر یہ مقام کشادہ ہو اور اوسکے ساتھ مقام تخریب بھی کشادہ ہو تو ایسے شخص سے جھگڑے کج بحثیان طرح طرح کے فساد ایذا دہی خون ریزی وغیرہ فسادات ظہور مین آئینگے۔ اور مقام امساک یا خواہش فراہمی بتلاکر لکھا ہے کہ اسکی کشادگی ہو تو آدمی چوری کرتا ہے۔ اور مقام اعزاز ذاتی یا حفظ مراتب بتلاکر لکھا ہے کہ وہ باعث گستاخی خودستائی خودغرضی آزادی ہے اسیطرح بہت سے اخلاق کے مقامات معین کئے ہین غرضکہ تحقیق جدید سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق قبیحہ بعضون کی جبلت ہی مین داخل ہوتے ہین جنکی وجہ سے تمدن کو ضرر پہنچا رہتا ہے۔ بہرحال تمدن کو بگاڑنے والے افعال کا صادر ہونا افراد انسانیہ

سے فطرتی طور پر لازم ہے خواہ اونکا منشا مقامات دماغ ہون یا حرارت و برودت اعضائے رئیسہ اور یہ تو خود مشاہدہ سے ثابت ہے کہ بعضون کی طبیعت مین قوائے غضبیہ کے آثار مثل تکبر بدخلقی قساوت قلبی حسد کینہ وغیرہ پائے جاتے ہین اور بعضون کی طبیعت مین آثار قوت شہویہ مثل فسق و فجور و حرص و بخل وغیرہ۔

اب غور کیا جائے کہ انسان مین صفات بہیمیہ اور سبعیہ جب پورے طور پر پائے جاتے ہین اور غلبہ حاصل کرنے کے آلات جو حیوانون کو دئے گئے ہین فطرۃً اوسکے پاس بھی موجود ہین اور علاوہ اونکے اوسکو عقل ایسی دی گئی ہے کہ تلوار و بندوق اور توپ جیسے آلات کے ایجاد پر قادر ہے تو کیا ممکن ہے کہ تمدنی حالت درست رہ سکے ہرگز نہین۔ اس خرابی کو دور کرنے کے لئے عقل نے مشورہ دیا کہ ایک قوت ایسی قایم کی جائے کہ وحشی طبعون کو مقہور کر کے حالت تمدن کی اصلاح وقتاً فوقتاً کیا کرے۔ چنانچہ سب نے ایک شخص کو بادشاہ مقرر کیا اور اس بات پر راضی ہو گئے کہ اپنی جان و مال مین واجبی طور پر جو کچھ تصرف کرے سب قبول مگر اون عام وحشی طبعون او گرگ سے تو ن سے نجات ملے اور اوسکو رسے اور اجراے احکامات مین مدد دینے کے لیے ایک جماعت منتخب کی گئی او سلطنت کی بنیاد قائم ہوئی۔ چنانچہ سلطنت نے وہ کام اپنے ذمہ لیا اور حتی الامکان ایسے قواعد ایجاد کئے کہ ظلم و زیادتی کی بیخ کنی ہو اور تمدن کو خراب کرنے والون کی سرکوبی کر کے اصلاح تمدن کی فکر کی تاکہ ہر شخص فارغ البال ہو کر امن و آسایش کے ساتھ زندگی بسر کرے اور رعایا او سلطنت مین ہمدردی کی نسبت قائم رہے۔

مگر سلاطین اور اعوان سلطنت بھی آخر اسی نوع انسانی کی افراد تھے یہ تو ممکن نہین کہ اون سب کی قوت ملکیہ اونکی قوت بہیمیہ و سبعیہ پر غالب ہو اور لذائذ جسمانیہ اور قوت غضبیہ سے بری ہو سکین اسلئے ایسے بعضے سلاطین اور اعوان سلطنت کا پیدا ہونا بھی لازم تھا کہ بجائے اصلاح حالت تمدن زیادہ ابتر ہوا سلئے کہ طبیعت انسانی عیش پسند واقع ہوئی ہے اور اوسکا مقتضے ہے کہ لذائذ جسمانی جو سعادت دنیوی ہے جس طرح ممکن ہو حاصل کرے پھر جب حکام کو حکومت حاصل ہو اور اونکو نفسانی خواہشون سے روکنے والی کوئی چیز نہو اور رعایا اونکے مقابلہ مین مجبور و بے دست و پا ہون تو ظاہر ہے کہ اونکے قوائے شہویہ اور غضبیہ کیسے آزادانہ اور بے باکانہ تعدی کرتے ہونگے

ایسی حکومت مین رعایا کے حسب حال پرورش ہوگا۔

گزند پلنگان درندہ بودے چو دیدم عاقبت خود گرگ بودے

بلکہ ایسی حکومت تمدن کے حق مین زیادہ مضر ہے۔ کیونکہ ظالم صرف اپنی ذاتی قوت سے تمدن کو ضرر پہونچاتا تہا اور یہان اوسکے ساتہہ قوت حکومت مددگار ہے اگر کتب تواریخ دیکھی جاوین تو صفحے کے صفحے ایسے حکام کے حالات سے سیاہ نظر آئینگے۔ جب حکام جنکی ضرورت صرف اصلاح تمدن کے لئے عقل سے ثابت ہے خود خرابی تمدن کے باعث ہوا کرتے تہے تو اسکے بعد اصلاح تمدن کی کیا امید ہو سکتی تھی۔

غرضکہ جسطرح تمدن کو قائم کرنے والے اسباب خالق عزوجل نے پیدا کئے اوسکے بگاڑنے والے اسباب بھی اوسکے پہلو بہ پہلو پیدا کئے۔

اب یہان عقل حیران ہے کہ فطرت تمدن کو قائم بھی کر رہی ہے اور بگاڑ بھی رہی ہے حالانکہ مقتضائے فطرت وطبیعت ایک ہی رہا ہوتا ہے۔ عقل کی حیرانی یون دفع کی جاتی ہے کہ فطرت بھی ایک مخلوق چیز ہے حکیم علی الاطلاق جو چاہتا ہے اوس سے کام لیتا ہے۔ دراصل خدائے تعالےٰ کو منظور تہا کہ اس نوع انسانی کو ابدالآباد کی سعادت سے ممتاز اور سرفراز فرماوے اسلئے جسطرح کثرت احتیاج سے سعادت دنیوی کی بنیاد ڈالی تھی اوسیطرح اون حاجتوں کو پیدا کرنے والے قوائے شہویہ اور غضبیہ سے ابدی سعادت کی تمہید کی۔ اور اوسکی تفصیل اس طور پر ہوئی کہ جتنے قوی اور صفات جانورون کے ہین سب اوسکو دئیے گئے جن سے اشتباہ ہوگیا کہ وہ بھی ایک جانور ہے اور بعضون نے تو صاف کہدیا کہ ہم بندرون کی نسل سے ہین۔ مگر اوسکو تمام عالم مین ممتاز کرنے کیلئے ایک عقل ایسی دی کہ کوئی جانور اب اوسکی ہمسری نہین کر سکتا اور اوسکی فطرت مین تحصیل علم اور تحقیق کا مادہ رکہا گیا چنانچہ جو اوسکا عقل ہیولانی سے قدم باہر رکہتا ہے تو ہر نئی چیز کو دیکہکر پوچھتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے جس سے مقصود تحقیق ماہیت ہے کیونکہ منطق مین مصرح ہے کہ ماہ جسکا ترجمہ یہی بڑکون کا سوال ہے دریافت ماہیت کیلئے موضوع ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ابتدائے زمانہ شعور سے ماہیات اشیا کی تحقیق شروع ہوتی ہے۔ اسکے سوا جہان دو شخص باتین کرتے ہوئے نظر آئینگے اون مین ضرور ایک دوسرے سے دیکہے یا سنے ہوئے وقعات

بیان کرتا ہوگا اور سننے والا نہایت توجہ سے وہ سنتا ہوگا جس سے مقصد صرف تحصیل علم ہے اسیوجہ سے اگر کوئی دیکھی یا سنی ہوئی بات ہو تو سننے والا کہدیتا ہے کہ مین بھی سن چکا ہون۔ اور اگر کوئی نادر بات بیان کی جائے تو نہایت دلچسپی و توجہ سے سنی جاتی ہے جس سے بیان کرنیوالے کو قدردانی کا لطف آجاتا ہے اسیوجہ سے اکثر نادر واقعات یاد رہکر مجالس اور احباب مین بیان کیا کرتے ہین اس سے ظاہر ہے کہ تقریبا کل گفتگو جو لوگ باہم کیا کرتے ہیں اسی غرض سے سنی جاتی ہے کہ جو بات معلوم نہین وہ معلوم ہو۔ غرضکہ آدمی کی فطرت علم دوست اور تحقیق پسند واقع ہوئی ہے۔

یہ بات ماننے کے قابل ہے کہ جب ادنی ادنی واقعات اور ماہیات اشیا کے حاصل کرنے مین اسقدر دلچسپی ہوتی ہے تو مقتضائے عقل یہ ضرور ہونا چاہیے کہ آدمی پہلے اپنی اور عالم کی حقیقت معلوم کرے کہ وہ ممکن ہے یا واجب۔ اور جب اجزائے عالم کو دیکھکر یہ معلوم ہو جائے کہ خود بخود کوئی چیز پیدا نہین ہو سکتی جب تک کوئی پیدا نکرے تو عقلا اسی خالق عالم کا ثبوت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ تقریبا کل انسان خالق کے قائل ہین۔ اسکے بعد فطری تحقیق پسندی کا مقتضی ہے کہ اپنے خالق کے حالات اور کیفیت تخلیق عالم وغیرہ امور معلوم کرے اس سے ایک ایسے شخص کی ضرورت ثابت ہوتی ہے جو حق تعالی کے اور ہمارے بیچ مین واسطہ ہو اور تشنگان علوم الٰہیہ کو اونکے خالق کے حالات اور پیام پہونچایا کرے۔ یہان اس بات کی طرف توجہ کرنے کی ہمین ضرورت نہین کہ وہ شخص پیغامبر کیسا ہونا چاہیے اور اوسکے پہچاننے کے کیا طریقے ہین کیونکہ وہ ایک مستقل وسیع بحث ہے یہان اسیقدر معلوم کرنا کافی ہے کہ عقل کی رو سے نبی کی ضرورت ثابت ہے۔

رہی یہ بات کہ بہت سارے عقلا اس مسئلہ کی طرف توجہ نہین کرتے سو اوسکے اسباب دوسرے ہین منجملہ اونکے ایک یہ ہے جو ابھی معلوم ہوا کہ قوت شہویہ اور غضبیہ کے جھگڑون مین نفس ناطقہ ایسا مشغول ہو جاتا ہے کہ قوت ملکیہ سے کام لینے کی نوبت ہی نہین آتی۔ مگر یہ عذر ان کا قابل قبول نہین ہو سکتا اسلئے کہ جب اسکی فطرت مین تحقیق حقایق اور ہر قسم کے ادراکات کی طرف توجہ تام رکھی ہے تو اوسکو ضرور ہے کہ انبیا علیہم السلام نے جو خبرین سنائی ہین اونمین

غور وفکر سے خالق کی تصدیق کرے جو برج تقریباً کل بنی نوع انسانی اوسکی تصدیق کرتے ہین
تو اون مین بیشک کچھ بھی ہین مگر وہ بھی ایک خالق کو ضرور مانتے ہین اسلئے کہ جب تین کو مثلاً کسی نے
مان لیا تو ایک کو بطریق اولیٰ مانا۔ یہ بحث دوسری ہے کہ اس قسم کے توحید مفید ہوگی یا نہین۔ ہمارا
مقصود یہان اسیقدر ہے کہ عقل تحقیق پسند خالق کے وجود کو ضرور مانتی ہے۔ اگرچہ عقلا صرف
دنیوی کام مین لگ کر اس طرف توجہ نکرین اور خالق کو نہ مانین تو وہ تقریباً تمام انسانون کے مقابلہ
مین کسی شمار مین نہین آسکتے۔

بعض حکمانے جو صرف دنیوی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے حقایق اشیا مین خوض وفکر کی
اور اونسے منافع دنیوی بھی حاصل کئے اور خدا کی طرف بالکل توجہ نہ کی اونپر یہ الزام ضرور عاید
ہوتا ہے کہ اسقدر سعادت دنیوی کے پیچھے کیون پڑ گئے کہ سعادت دینے والے سے بالکل
اعراض اور انحراف ہوگیا۔ اتنا تو جانا ہوتا کہ جس عقل کے ذریعہ سے یہ سعادتین حاصل ہوی ہین نہ اوسکو
اپنی ذات سے پیدا کیا نہ کسی سے مستعار لیا آخر وہ بھی عدم سے وجود مین آئے اور کسی چیز کا
وجود مین آنا ممکن نہین جب تک خالق اوسکو وجود نہ دے اونے جھونپڑا خود بخود نہین بن سکتا پھر
اتنا بڑا عالم اور عقل جیسی بے نظیر چیز بغیر خالق کے بنائے کیونکر بن گئی۔ اور ایسی بڑی بڑی
نعمتین دینے والے کا عقلاً کوئی حق ہے یا نہین۔ اور اوس سے لئے انبیا کے ذریعہ سے جو اپنے
حقوق معلوم کرلئے اوسمین غور کیا ہوتا کہ آخر ہم آدمی ہین جانور نہین جو مرفوع القلم ہون۔ ہم جس بادشاہ
کے ملک مین رہین اوسکی سیادت کا اعتراف کرنا اور حقوق شاہی کا ادا کرنا ہم پر ضرور ہے۔ جب بادشاہ
کا اعتراف کرنا اور حقوق کی ادائی ضرور ہے تو خالق جسنے ہمین پیدا کیا اور جسکی خدائی مین ہم بستیان
آباد کرکے بے انتہا فوائد حاصل کرتے ہین اوسکا اعتراف اور اوسکے حقوق کی ادائی کس قدر ضروری
ہوگی۔ پھر کسی نبی نے یہ فرمایش نہین کی کہ دنیا چھوڑ کر ہمہ تن عبادت الٰہی مین مشغول ہو جاؤ بلکہ نبی نے
اس عالم مین آسایش سے بسر کرنے کے وہ طریقے بتلائے کہ سب مرفہ الحال اور دولت تمدن
سے مالامال ہو جائین اور سعادت دنیوی پورے طور پر حاصل کرنے کے لئے ہمارے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انتم اعلم بامور دنیاکم جس سے صاف اجازت دینی معلوم
ہوتی ہے کہ اپنے علم سے کلیں ایجاد کرو۔ تجارت کرو۔ زراعت کرو۔ جو چاہو کرو مگر خالق کا

[illegible]

بخلاف اسکے ایمان کا ذاتی مقتضے یہ ہے کہ کوئی ایسی حرکت جسمین کسی کی حق تلفی یا ظلم و زیادتی ہو ہرگز وقوع مین نہ آسکے اسلئے کہ ایمان اسبات کا اعتقاد ہے کہ خداے تعالی دل کی باتون کو بھی جانتا ہے اور ہر بات کی جزا و سزا دوسرے عالم مین ضرور ہونیوالی ہے اور ایک روز ایسا آنیوالا ہے کہ خدا کے روبرو ہم حاضر ہونگے اور ان تمام اعمال کا محاسبہ ہوگا جو ساری عمر مین کئے تھے اور جرایم کا اثبات اس صورت سے ہوگا کہ علاوہ دوسرے گواہون کے خود ہمارے ہاتھ پاؤن وغیرہ اعضا ہمارے گناہون پر گواہی دینگے جسے ہمارا انکار ہرگز ممکن نہوگا۔ تو ایسا شخص کبھی یہ خیال نہین کرسکتا کہ کسی خواہش نفسانی کو پوری کرنے مین اگر خداے تعالے کو دھوکہ دینا ممکن ہے اسلئے ہر خواہش نفسانی کے وقت یہ ضرور خیال ہو جائیگا کہ آیا خداے تعالے نے اس کام کی اجازت دی ہے یا نہین۔ جب اسکو علم کے ذریعہ سے معلوم ہوجائیگا کہ اوسکی اجازت نہین تو ضرور اوس سے احتراز کریگا۔ اس طریقے سے جتنے افعال قواے شہویہ اور غضبیہ سے متعلق ہین سب کی اصلاح خود بخود ہو جائیگی کیونکہ آدمی کی طبیعت کا مقتضے ہے کہ جو خیال اوسپر غالب ہو دوسرے خیال کو اثر کرنے سے روک دیتا ہے دیکھ لیجیے جب کسی سے سخت خصومت ہوتی ہے تو ہرچند باقتضاے قوت غضبیہ بساوقت مخالف کو قتل کرنے کا خیال پیدا ہو جاتا ہے اور اس خیال کو تائید دینے والے آلات و اسباب بھی موجود ہوتے ہین مگر اوس کے ساتھہ ہی قصاص اور انتقام کا خیال اوس خیال سابق پر ایسا غالب آجاتا ہے کہ آدمی قتل پر اقدام نہین کرسکتا اگر سلطنت کی طرف سے قصاص و انتقام نہو تو معلوم نہین روز کتنے واردات ہوا کرین۔ غرضکہ آدمی کو خیال سزا و انتقام اکثر جرایم سے روکدیتا ہے اسیطرح قواے شہویہ و غضبیہ کے ناجائز تصرفات کے وقت خیال انتقام اخروی ایماندار کو ارتکاب جرائم اور خلاف شرع امور سے ضرور روکدیگا جس سے اصلاح تمدن خود بخود ہو جائے گی۔

یہان یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ جب ایمان کا مقتضی یہ ہے تو چاہیے کہ کسی مسلمان سے ایسے افعال صادر نہون جو مضر تمدن ہون۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بحث دوسری ہے اسکا تعلق اون اشخاص سے ہے جن سے افعال صادر ہوتے ہین۔ ہمارا کلام یہان نفس ایمان کے ذاتی مقتضے

مین ہے سو بفضلہ تعالی اہل انصاف سمجھ گیے ہونگے کہ ایمان کا ذاتی مقتضی اصلاح تمدن ہے جس سے بہتر کوئی طریقہ نہین ہو سکتا۔

اب ہم چند شہادتین پیش کرتے ہین جن سے معلوم ہوگا کہ اصلاح تمدن مین ایمان کی کیسی حیرت انگیز تاثیرین ہین۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اور مہاجرین و انصار مین مسئلہ خلافت مین بحث شروع ہوئی تو انصار نے اس وجہ سے کہ ملک انھی کا تھا مہاجرین سے کہا کہ کم سے کم اتنا تو چاہیے کہ ہم مین سے بھی ایک امیر ہو مگر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ لوگ جانتے ہین کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کے پیشتر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لیے مقرر فرمایا تھا اب آپ مین سے کس کا نفس گوارا کرتا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امامت کرے اونہون نے کہا نعوذ باللہ ہم ہرگز اسکو گوارا نہین کر سکتے چنانچہ اسی پر فیصلہ ہوگیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت مسلم ہوگئی۔

اب دیکھیے کہ اسلامی دنیا کی سلطنت صرف ایک بات پر ترک کر دینا خصوصا ایسے موقع مین کہ ملک سابق سے اپنا ہی ہو کیا کوئی معمولی بات ہے۔ یہ ایمان کا ایک ادنی کرشمہ تھا کہ صرف اس بات پر کہ اپنے نبی نے جنکو نماز مین امام بنایا تھا اونکی امامت کیون کرین سلطنت چھوڑ دی اور اوس مہذب قوم مین کسی فرد بشر کی زبان پر یہ نہ آسکا کہ حضرت کجا خدمت پیش امامی اور کجا سلطنت۔ ایمان اسے کہتے ہین کہ اگر سلطنت ملتی ہو اور معلوم ہو جائے کہ وہ اپنے نبی کے خلاف مرضی ہے تو اوسکی خواہش مین ایک لفظ زبان سے نہ نکل سکے۔ اب غور کیا جائے کہ جس قوم کے قوائے شہویہ اور غضبیہ کی تہذیب ایمان نے اس قسم کی کی ہو تو اونکے اخلاق و عادات کی کیا کیفیت ہوگی اور اوس زمانہ کا تمدن کس اعلی درجہ پر ترقی کیا ہوگا۔ اور کیسا امن و امان قایم ہوا ہوگا۔ مولوی شبلی صاحب نے الفاروق مین لکھا ہے کہ جب اہل اسلام نے عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت مین اکثر مقامات شام کو فتح کر لیا تو قیصر کو غیرت آئی اور نہایت جوش کے ساتھ آمادہ ہوا کہ شاہنشاہی کا پورا زور عرب کے مقابلہ مین صرف کر دیا جائے۔ چنانچہ روم قسطنطنیہ جزیرہ اور ارمنہ کی اتنی فوجین جمع کین کہ انطاکیہ کے چارون طرف جہان تک نگاہ جاتی تھی فوجون کا ٹڈی دل پھیلا ہوا تھا جب ابو عبیدہ رضہ کو اس باب مین متواتر خبرین پہونچین اور یہ رائے قایم ہوئی کہ حمص چھوڑ کر دمشق روانہ ہون تو آپنے حبیب ابن مسلمہ کو جو افسر خزانہ

تھے بلاکر کہا کہ عیسائیون سے جو جزیہ یا خراج لیا جاتا ہے اس معاوضہ مین لیا جاتا ہے کہ ہم اونکو
اونکے دشمن سے بچا سکین لیکن اسوقت ہماری حالت ایسی نازک ہے کہ ہم اونکی حفاظت کا ذمہ
نہین اٹھا سکتے اسلئے جو کچھ اونسے وصول ہوا ہے سب اونکو واپس دیدو اور اونسے کہدو کہ
ہمکو تمہارے ساتھ جو تعلق تھا اب بھی ہے لیکن چونکہ اسوقت تمہاری حفاظت کے ذمہ دار نہین
ہو سکتے اسلئے جزیہ جو حفاظت کا معاوضہ ہے تمکو واپس کیا جاتا ہے چنانچہ کئی لاکھ کی رقم جو وصول
ہوئی تھی کل واپس کردی گئی عیسائیون پر اس واقعہ کا اسقدر اثر ہوا کہ وہ روتے جاتے تھے اور
جوش کے ساتھ کہتے جاتے تھے کہ خدا تمکو جلد واپس لائے۔ یہودیون پر اس سے بھی زیادہ اثر
ہوا کہ انہون نے کہا توریت کی قسم جب تک ہم زندہ ہین قیصر حمص پر قبضہ نہین کرسکتا یہ کہکر شہر پناہ
کے دروازے بند کردئے اور ہر جگہ چوکی پہرہ بٹھا دیا۔ ابو عبیدہ رضؓ نے صرف حمص والون کے
کیساتھ یہ برتاؤ نہین کیا بلکہ جسقدر اضلاع فتح ہوچکے تھے ہر جگہ لکھ بھیجا کہ جزیہ کی جس قدر رقم وصول
ہوئی ہو واپس کردیجائے" دیکھئے اسلامی تمدن کا یہ اثر تھا کہ دشمنان اسلام مسلمانون کے ہمدرد
اور خیر خواہ ہوگئے اور باوجودیکہ وہ قدیم سے عیسائی سلطنت تھی اور مذہبی جوش اونکا ذرہ بھی کم نہین
ہوا تھا۔ مگر حسن تمدن نے تھوڑے سے عرصہ مین اونکو کسقدر گرویدہ بنا لیا تھا کہ وہ دل سے مسلمانون
کے ہوا خواہ بن گئے اور اونکی مفارقت پر ایسا روتے تھے جیسے قدیم دوست کی جدائی پر کوئی روتا ہے
جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت مسلم ہوگئی اور لوازم تخت نشینی ادا کئے گئے یعنے
مہاجرین اور انصار نے آپکے ہاتھ پر بیعت کی تو دوسرے روز آپ حسب عادت چادرون کا گٹھہ
لئے ہوئے بازار کو چلے جارہے تھے راستہ مین عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی آپنے پوچھا
کہان تشریف لے جاتے ہین۔ فرمایا بازار۔ کہا حضرت آپ خلیفہ وقت اور تمام مسلمانون کے بادشاہ
ہوگئے ہین اب آپکو اس کام سے کیا مناسبت فرمایا اگر مین تجارت نہ کرون۔ تو اپنے عیال کو کہان
سے کھلاؤن کہا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلیئے وہ آپکے لئے کچھ مقرر کردینگے چنانچہ
دونون صاحب اونکے گھر گئے اور درخواست کی انہون نے کہا مین ایک مہاجر شخص کا قوت
آپکے لئے مقرر کردیتا ہون نہ اوس سے زیادہ نہ کم اور گرما و سرما کا لباس بھی آپکو دیا جائیگا بشرطیکہ
جب وہ بوسیدہ ہوجائے تو واپس لادین اور اوسکے معاوضہ مین نیا لیجائین پھر دونون صاحب جو

لنے مشورہ سے روزانہ آدہی بکری انکے لئے مقرر کردی مگر اوس مین بہی بحث رہی کہ سر اور پیٹ کا سامان نہ دیا جائیگا۔ آخر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اوسی پر راضی ہو گئے۔
اب دیکہئے کہ خلیفۃ اللہ دولت اسلامی کے بادشاہ چادرون کا گٹہہ اوٹہائے ہوئے قوت حلال کی طلب مین بازار جارہے ہین۔ پہر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے گہر اس غرض سے تشریف لیجارہے ہین کہ اپنی اور اپنے عیال کی قوت لبسری کیلئے کچہہ مقرر کردین اور مجال نہین کہ اونکے حکم کی مخالفت سر مو کرین صرف اس وجہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو امین ہذۃ الامہ فرمایا تہا۔ پہر معمولی لباس اور خوراک کے مقرر کرنے مین بہی اقسام کی شرطین لگائی جارہی ہین۔ اور خلیفۃ المسلمین نے یہ بہی نہ کہا کہ آپ مین کون اور میرے مقابلہ مین آپکو حق ہی کیا۔ دیکہئے ایمان کا یہ اثر تہا کہ خلیفۂ وقت کو اپنے اقتداری امر مین تصرف کرنے سے روک کر اپنے محکوم شخص کے حکم کا محتاج بنا دیا۔ جہان بادشاہ کی یہ حالت ہو کہ رعایا کے حقوق سے اپنے حق کی زیادتی سر مو گوارا نہو تو کیا ممکن ہے کہ کوئی کسی پر زیادتی اور تعدی کرسکے۔

بشریٰ الکرام فی عمل المولد والقیام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد وآلہ وصحابہ اجمعین

امّا بعد۔ اولی الابصار واہل بصیرت پر پوشیدہ نہین کہ جب آفتاب جہانتاب عالم کو اپنے نور سے معمور کرنا چاہتا ہے تو قبل طلوع طرب وسرور کا ایک بیش بہا سامان مہیا ہو جاتا ہے۔ جدھر دیکھئے دلربایانہ انداز ہے۔ اور فرحت وسرور وساز صحرا کا خوشنما منظر دل کو وسعت آباد بنادیتا ہی وحشت خیز پہاڑون کا بھی سمان دلون کو لبھانے لگتا ہے۔ نسیم کی مستانہ رفتار ہر شاخ وبرگ کو وجد مین لاتی ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا دمبدم قالب مین جان تازہ پہونکتی جاتی ہے۔ تاریکی شب نے حواس کو جو تیرہ وتار بنادیا تھا نورانیت فضا اونکو پھر نورانی بناتی ہے۔ طیور کے نغمات افسردہ دلونکو غنچہ کی طرح کہلاتے ہین۔ وحوش کی گرم جولانیان دیکھکر غصہ وفکر دور ہو جاتے ہین۔ غم ظلمت شب کے ساتھہ منور اور دل سرور سے معمور ہوتا ہے یہ سب فیضان اوس نور کا ہے جو آفتاب عالمتاب کے ساتھہ ایک خاص قسم کا تعلق رکہتا ہے۔ اب غور کیجئے کہ جب اجسام کے روشن کرنیوالے آفتاب سے اسقدر فرحت ومسرت ہر طرف جوش زن ہو تو آفتاب روحانی کے قدوم میمنت لزوم سے کسقدر فرحت وسرور کا جوش ہونا چاہیے۔ دیکھئے مبدأ کائنات سرور موجودات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین۔ انا من نور اللہ وکل شیٔ من نوری یعنے مین اللہ کے نور سے بنا اور ہر چیز میرے نور سے پیدا ہوی وہی نور ہے جسکی طرف اس آیۂ شریفہ مین اشارہ ہے واللہ نور السمٰوات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح۔ اور ارشاد ہے قد جاءکم من اللہ نور۔ یہی مقدس نور ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی پیشانی مین آیا اونکو

مسجود ملائک بنایا یہ وہ نور ہے کہ ساکنان ظلمت کدہ عدم کو اس قابل بنایا کہ انوار وجود کا اقتباس کرسکین

اب سنئے[علہ] کہ اس معنوی اور اصلی نور کے طلوع کے وقت عالم غیب وشہادت مین کسقدر اہتمام ہوا تھا حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہین کہ حضرت کی ولادت باسعادت کے وقت مجھسے ایک ایسا نور نکلا کہ اوس سے تمام عالم منور ہو گیا۔ چنانچہ شام کے مکانات مجھے نظر آنے لگے۔

عثمان ابن ابی العاصی کی والدہ جو میلاد شریف کی رات حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت مین حاضر تہین۔ بیان کرتی ہین کہ قبل ولادت شریف گھر مین جدھر مین نظر ڈالتی تھی نور ہی نور نظر آتا تہا اور اوسوقت ستارون کی یہ کیفیت محسوس ہوتی تھی کہ گویا وہ اس مکان پر ٹوٹ پڑ رہی ہین۔ شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ بیان کرتی ہین کہ اوس نور سے مجھے اسقدر انکشاف ہوا کہ مشرق اور مغرب تک میری نظر پہنچنے لگی اور روم کے مکانات مین نے دیکھے۔ ہرچند یہ نور جسکی خبرین دی گئین ظاہرا نور ہی تہا مگر اسکی حقیقت کچہ اور ہی تھی۔ بصارت کو ہمرنگ بصیرت کر کے کل جسمانی ظلمات کو منور کر دینا معمولی نور کا کام نہین یہ آفتاب کا نور نہ تھا کہ اجسام کی سطح بالائی پر ٹھہر جاتا بلکہ یہ اوس ذات مقدس کا نور تہا جو انا من نور اللہ کی مصداق ہے یہ نور اجسام کے اندر سرایت کئے ہوئے تھا۔ غرضکہ اوس روز عالم مین ایک خاص قسم کی روشنی ہوی تھی جسکے ادراک مین عقل خیرہ ہے۔ اور اوس روز ملائکہ کو حکم ہوا تھا کہ تمام آسمانوں اور تمام جنتون کے دروازے کھولدین اور زمین پر حاضر ہو جائین۔ چنانچہ کل ملائکہ کمال مسرت سے زمین پر اتر آئے۔

اوس روز نہر کوثر پر ستر ہزار خوشبو کے جھاڑ نصب کئے گئے تھے جنکا ثمر اہل جنت کیلئے بخور بنایا جائیگا۔ اس واقعہ کی یادگار مین ہر آسمان پر ایک ستون زمرد کا اور ایک ستون یاقوت کا نصب کیا گیا۔ اوس رات مین شیاطین مقید کئے گئے۔ کاہنون کی خبرین بند ہو گئین ساری جہان کے بت سربسجود ہوے۔ فارس کے آتشکدے جنکی پرستش سالہا سال سے ہوتی تھی بجھ گئی۔ ماہران نجوم ہر طرف خبرین دینے لگے کہ آج نبی آخر الزمان کا ستارہ طلوع کیا اور قوم

[علہ] مواہب لدنیہ اور شفا سے قاضی عیاض خصائص کبری وغیرہ معتبر کتابون سے یہ روایتین لکھی گئی ہین ۱۲

بنی اسرائیل سے نبوت جاتی رہی اب عرب وعجم نبی آخرالزمان کے مطیع اور فرمان بردار ہوجاینگے
اوس وقت بادشاہون کے تخت سرنگونسار ہوگئے۔ ایوان کسریٰ کو زلزلہ ہوا جس سے چودہ
کنگرے اسکے گرگئے زبان اشارت یہ کہہ رہی تھی کہ بادشاہ وقت کے چودہ پشت تک سلطنت
رہے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چودھوین پشت کے بعد ملک کسریٰ مسلمانون کے قبضہ مین آگیا۔
غرضکہ اس مبارک ذات مین اس قسم کے بہت سے قدرتی اہتمام ایسے ظہور مین آئے
کہ جنکی نظیر نہین مل سکتی۔ فی الحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ہی ایسی تھی کیونکہ
آپ باعث ایجاد عالم وآدم ہین۔ جیسا کہ۔ لولاک لما خلقت الافلاک اور لولاہ لما
خلقتک سے ظاہر ہے۔

نبوة جو سلطنت خدائی مین اعلیٰ درجہ کا منصب ہے اسکا سلسلہ آپ ہی سے شروع ہوا جیسا کہ
حضرت فرماتے ہین کنت نبیاً وآدم بین الماء والطین۔ اور ایک روایت مین ہے
کنت نبیاً وآدم بین الروح والجسد یعنے مین اسوقت نبی تھا کہ آدم علیہ السلام ہنوز
پیدا نہین ہوئے تھے پھر تمام انبیا گویا آپ کے اُمتی بنائے گئے۔ کیونکہ آپ پر ایمان لانے کا
صرف حکم ہی نہین بلکہ نہایت شد ومد سے اقرار لیا گیا۔ کما قال اللہ۔ واذ اخذ اللہ میثاق
النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمة ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم
لتومنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم ذالکم اصری قالوا اقررنا قال
فاشہدوا وانا معکم من الشاہدین۔
یعنے جب لیا اللہ نے اقرار نبیون کا کہ جو کچھ مین نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آوے تم پاس
رسول جو سچ بتادے اوسکو جو تمہارے پاس ہے تو البتہ ایمان لائیو اوسپر اور البتہ مدد دیناا وسکو
فرمایا۔ کیا تم نے اقرار کیا اور لیا تم نے اسپر ہماری عہد میرا۔ کہا انہون نے اقرار کیا ہمنے۔ فرمایا
تو اب شاہد ہو اور مین بھی تمہارے ساتھ شاہد ہون انتہے۔
اس سے ظاہر ہے تمام انبیا کا حضرت کے امتی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اسیوجہ کل انبیا قیامت مین
حضرت کے جھنڈے کے نیچے رہینگے۔ اور شب معراج حضرت کی شان تمام انبیا کو بتلادی گئی
چنانچہ سب کے امام آپ ہی بنائے گئے اور سب نے آپ کی اقتدا کی کل انبیا کا یہ حال ہو تو

اونکی استون کے اُمتی ہونے مین کیا تامل اسیوجہ سے فرماتے ہین۔ بعثت الی الناس کافۃ یعنے کل انسانون کے طرف مین مبعوث ہوا ہون۔ اور حق تعالی فرماتا ہے۔ و ما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرًا و نذیرا۔ یعنے ہمنے تمکو سب آدمیون کے واسطے بھیجا۔ خوشی اور ڈر سنانے کو۔ ہرچند معنوی طور پر موسی علیہ السلام حضرت کی امت مین داخل تھے مگر جب توریت مین حضرت کی خاص امت کے فضائل پر مطلع ہوے تو دعا کی کہ ظاہری طور پر بھی حضرت کی امت مین داخل ہون۔

عالم ملکوت مین آپکی نام آوری اور شہرت کیلئے یہہ طریقہ اختیار کیا گیا۔ کہ حق تعالے نے اپنے نام مبارک کے ساتھ آپکا نام نامی یعنے محمد رسول اللہ عرش پر اور ہر ایک آسمان مین جگہہ جگہہ اور جنت کے جھاڑون اور طوبی اور سدرۃ المنتہی کے ہر ایک پتے پر اور حورون کے سینون اور فرشتون کے پیشانیون پر لکہا۔ جب تک کہ آدم علیہ السلام نے حضرت کے واسطے سے یکہکر دعا نہ کی کہ یا رب بحق محمد لما غفرت لی معافی نہوئی۔

یہہ اور اسکے سوا بہت سی روایتین الخصائص الکبری۔ اور التنبیہ السویہ اور مواہب لدنیہ اور شفا قاضی عیاض وغیرہ مین مذکور ہین۔ جن سے ثابت ہے کہ حضرت کا نام مبارک محمد (صلی اللہ وسلم علی مسماہ) تمام عالم الملکوت والسموات مین لکہا ہوا ہے۔ مقصود اس سے ظاہر ہے کہ اہل ملکوت وغیرہم معلوم کرلین کہ تمام عالم مین حضرت سے زیادہ کوئی اللہ تعالی کا محبوب نہین۔ چنانچہ آدم علیہ السلام نے یہی خیال کر کے حضرت کے نام کے وسیلہ سے مغفرت چاہی۔

اب یہہ دیکہہ لیجئے کہ یہ نام مبارک حضرت کے لئے کیون تجویز فرمایا گیا۔ بات یہ ہے کہ حق تعالے کو حمد نہایت محبوب اور مرغوب ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے اسیوجہ سے قرآن شریف کی ابتدا الحمد للہ رب العالمین سے ہوئی جسکے معنی یہہ ہین ہر طرح کی۔ حمد خدا ہی کو سزاوار ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے۔ اور نماز جو تمام عبادتون مین اعلی درجہ کی عبادت ہے۔ اسکی ابتدا بلکہ ہر رکعت کے ابتدا مین الحمد پڑہنے کا حکم ہے۔ اور اہل ایمان جب جنت مین جائینگے حمد کرتے ہوئے جائینگے کما قال اللہ تعالی و آخر دعواھم ان الحمد للہ رب العالمین۔ یعنے آخر پکارنا اونکا یہہ ہے کہ سب تعریف واسطے اللہ کے ہے جو پروردگار ساری جہان کا ہے۔ انتہی۔

اب دیکھیے کہ تمام حمد جب حق تعالیٰ کے لئے ثابت ہین جنکا مطلب یہ ہوا کہ سب حامد ہین۔ اور حق تعالیٰ محمود ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کے محمد یعنے حمد کردہ شدہ ہونے مین کیا تامل۔ باوجود اسکے یہ پیارا لقب حق تعالیٰ نے ازل سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص فرمایا اور ابتدائی تکوین عالم سے عالم ملکوت مین اوسکی شہرت دی تاکہ اہل ملکوت پر یہ منکشف ہوجائے کہ جس لفظ کے معنے کا مصداق جناب باری ہو وہ لفظ جنکے لئے تجویز کیا گیا وہ ضرور ایسے ہونگے کہ عالم مین اونکا نظیر نہوگا۔ اس سے بکمال وضاحت یہ بات ثابت ہوگی کہ عالم مین حضرت کا مثل نہین ہوسکتا کیونکہ اب ممکن نہین کہ کوئی دوسرا شخص ازل سے محمد ہوسکے۔ اور اس سے یہ بھی صاف طور پر معلوم ہوا کہ جتنی تعریف و توصیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیجائے وہ باعث خوشنودی الٰہی ہے کیونکہ اس لقب کے عطا کرنے سے اور کیا مقصود ہوسکتا ہے۔ اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشعار نعتیہ سے خوش ہوتے تھے۔ جسکا منشا خوشنودی الٰہی تہا۔ النہجۃ السویۃ مین لکہا ہے کہ حضرت کی امت کا لقب کتب سابقہ مین حمادین ہے۔ تعجب نہین کہ اس لقب سے اس طرف بھی اشارہ ہو کہ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد وہ کثرت سے کرینگے۔ اگرچہ حضرت کے بہت سارے نام ہین مگر چونکہ یہ پیارا نام حق تعالیٰ کو نہایت محبوب ہے اسلئے ایمان سے اوسکو کمال درجہ کا تعلق ہے۔ چنانچہ النہجۃ السویۃ مین لکہا ہے کہ کافر جب تک محمد رسول اللہ نہ کہے اوسکا ایمان صحیح نہین۔ اور بجاے اوسکے احمد کہنا کافی نہین ہوسکتا۔ اسمین سر یہی ہے کہ ایمان لانے ہی کے وقت آدمی سمجھ جاے کہ حضرت قابل حمد و ثنا ہین اور حمد زبان اور دل سے کیا کرے۔ اور اسی مین بیہقی کی روایت نقل کیا ہے کہ ایک جگہ محدثین کا مجمع تہا یہ مسئلہ پیش ہوا کہ عرب کے اشعار مین کونسا شعر عمدہ ہے۔ سب کا اتفاق حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس شعر پر ہوا ؎

وشق لہ من اسمہ لیجلہ فذو العرش محمود وہذا محمد

یعنے حق تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان بتلانے کے لئے اونکا نام اپنے نام سے مشتق کیا چنانچہ حق تعالیٰ محمود ہے اور ہمارے نبی کریم محمد ہین (صلی اللہ علیہ وسلم) چونکہ لفظ محمد کے معنی مین کمال درجہ کی جلالت شان معلوم ہوتی ہے جیسا کہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی

شعر سے بھی ظاہر ہے۔ اسلئے ابن معطی نے اوسکے فہم معنی مین متحیر ہوکر یہ تجویز کی کہ وہ علم مرتجل[عہ۱] ہے
مگر النہجۃ السویہ مین لکھا ہے کہ علمار نے اونکی غلطی ثابت کی اور کہا کہ وہ منقول اور باب تفعیل سے
اسم مفعول ہے جسکے معنی حمد کردہ شدہ ہین۔ اور صحاح مین لکھا ہے کہ المحمد الذی کثرت خصالہ المحمودۃ
انتہی۔ غرضکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازل سے ہر یک موطن ومقام مین ممتاز اور محمد رہے۔ النہجۃ السویۃ
مین لکھا ہے کہ جس رات آپ پیدا ہوے ملائکہ آپکو خلیفۃ اللہ کہتے تھے۔ دیکھئے حق تعالیٰ نے
ملائکہ سے آدم علیہ السلام کے باب مین فرمایا تھا انی جاعل فی الارض خلیفہ جس سے ظاہر
ہے کہ اونکی خلافت صرف زمین سے متعلق تھی۔ لیکن فرشتے چونکہ افلاک وغیرہ مین دیکھتے تھے
کہ حضرت کا نام مبارک حق تعالیٰ کے نام مقدس کے ساتھ ہر جگہ مکتوب ہے۔ اسلئے انہون نے
اونکو علی الاطلاق خلیفۃ اللہ کہدیا۔ اور فی الارض کی قید جو آدم علیہ السلام کی خلافت مین ملحوظ تھی
نہین لگائی۔ فرشتون کی اس گواہی سے ثابت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کل ملکوت مین
خلیفۃ اللہ ہین۔ اسیوجہ سے تمام آسمانون کے ملائک اس خلیفۃ اللہ کے سلام کے لئے روز
میلاد حاضر ہوئے جن کا نزول اجلال تمام عالم کے حق مین رحمت تہا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔
وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ جب آپ رحمت مجسم ہوکر اس عالم مین تشریف لائے تو
کون ایسا شقی ہوگا کہ نزول رحمت سے خوش نہو۔ روایت ہے کہ تمام عالم مین اوس روز ہر طرف
خوشی تھی مگر شیطان کو کمال درجہ کا غم تہا جس سے زار زار روتا تہا۔ جبرئیل علیہ السلام اوسکی
یہ حالت دیکھکر رہ نہ سکے اور ایک ایسی ٹھوکر اسکو ماری کہ عدن مین جا پڑا۔ غرضکہ جسطرح میلاد
شریف کا غم کمال شقاوت کی دلیل ہے اوسکی مسرت کمال سعادت کی دلیل ہوگی۔ جیسا کہ اس
روایت سے ظاہر ہے جو کنز العمال وغیرہ مین مذکور ہے کہ ابولہب کو جب ثویبہ نے جو اوسکی
لونڈی تھی خبر دی کہ تمہارے بہائی عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو لڑکا پیدا ہوا اوسکو اس خبر فرحت
اثر سے نہایت خوشی ہوی اور اس بشارت کے صلہ مین اوسکو آزاد کردیا۔ ابولہب کے

عہ۱ علم مرتجل اوسکو کہتے ہین کہ لفظ بے مناسبت کے دوسرے معنے مین نقل کیا جائے جیسے جعفر کہ
نہر کیلئے موضوع تہا اور بعد کسی کا نام رکھا گیا اور منقول اوسکو کہتے ہین کہ نقل کے وقت معنے سابق کی
مناسبت ملحوظ ہو۔ ۱۲

مرنے کے بعد کسی نے اوسکو خواب مین دیکھا اور حال دریافت کیا تو اوس نے اپنے معذب ہونیکا حال بیان کر کے کہا ہر دوشنبہ کی رات اوس خوشی کے صلہ مین جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے مین ہوی تھی مجھ سے عذاب کی تخفیف ہو جاتی ہے اور میری اونگلیون سے پانی نکلتا ہے جسکو چوسنے سے تسکین ہوتی ہے۔ دیکھئے جب ایسا ازلی شقی جسکی مذمت مین ایک کامل سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہے میلاد شریف کی مسرت ظاہر کرنے کی وجہ سے ایک خاص قسم کی رحمت کا مستحق ہوا اور وہ بھی کہان عین دوزخ مین تو خیال کیا جائے کہ حضرت کے امتیون کو اس اظہار مسرت کے صلہ مین کیسی کیسی سرفرازیان ہونگی۔ اسی مضمون کو حافظ شمس محمد بن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے نظم مین لکھا ہے۔

اذا کان ہذا کافرا جاء ذمہ ۔۔۔ وتبت یداہ فی الجحیم مخلدا

اتی انہ فی یوم الاثنین دائما ۔۔۔ یخفف عنہ للسرور باحمدا

فما الظن بالعبد الذی کان عمرہ ۔۔۔ باحمد مسرورا ومات موحدا

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر چند ولادت شریف ایک معین دوشنبہ کے روز ہوی مگر اوسکا اثر ہر دوشنبہ مین مستمر ہے اس لحاظ سے اگر ہر دوشنبہ اظہار مسرت کیلئے خاص کیا جائے تو بے موقع نہوگا۔

کم سے کم سال مین ایک بار تو اظہار مسرت ہونا چاہئے اسی وجہ سے حرمین شریفین مین روز دوازدہم شریف نہایت اہتمام ہوتا ہے یہانتک کہ اوس روز اور عیدون کی طرح خطبہ پڑھا جاتا ہے اور تمام مسلمان خوشیان مناتے ہین خصوصاً مدینہ طیبہ مین تو دور دور سے قافلے پر قافلے چلے آتے ہین اور مراسم عید ادا کئے جاتے ہین۔ اور مکہ معظمہ مین ایک لطف خاص قابل دید یہ ہے کہ ہر فرقے اور حرفے کے لوگ مسجد الحرام سے قبہ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مین جوق جوق ممتاز ہوکر جاتے ہین۔ اور وہان مولود شریف پڑھکر شیرنی وغیرہ تقسیم کرتے ہین۔ اور بمصداق ما راٰہ المسلمون حسناً فہو عند اللہ حسن مورد تحسین ہوتے ہین۔ شیخ نجم الدین غیطی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ مولود شریف مین ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور ابتدا سے نبوت اور ہجرت اور مدینہ شریف مین داخل ہونا اور وفات شریف یہ سب امور

دوشنبہ کے روز واقع ہوے حضرت کے معاملات مین یہ پیار روز ہے جیسے آدم علیہ السلام کے حق مین جمعہ تھا کہ اونکی پیدائش زمین پر اترنا۔ توبہ کا قبول ہونا۔ اور وفات سب جمعہ کے دن ہوے۔ اس وجہ سے ایک ساعت جمعہ مین ایسی ہے کہ جو دعا اوس مین کیجاے قبول ہوتی ہے تو خیال کرو کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ساعت ولادت مین اگر دعا قبول ہو تو کونسی تعجب کی بات ہوگی انتھی۔ علما نے اختلاف کیا ہے کہ میلاد شریف کی رات افضل ہے یا شب قدر جن حضرات نے میلاد شریف کی رات کو افضل کہا ہے اونکے دلائل یہ ہین کہ لیلۃ القدر کی فضیلت اسوجہ سے ہے کہ ملائکہ اسمین اترتے ہین جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے۔ لیلۃ القدر خیر من الف شھر تنزل الملائکۃ والروح فیھا اور شب میلاد مین سید الملائکہ والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول اجلال اس عالم مین ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ فضیلت شب قدر مین نہین آسکتی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ شب قدر حضرت کو دی گئی اور شب میلاد مین خود حضرت کا ظہور ہوا جنکی وجہ سے شب قدر کو فضیلت حاصل ہوئی اور ظاہر ہے کہ جو چیز ذات سے متعلق ہو بہ نسبت اوس چیز کے جو عطا کی گئی افضل ہوگی۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ شب قدر کی فضیلت صرف حضرت کی امت سے تعلق ہے اوروں کو اس سے کوئی تعلق نہین۔ اور شب میلاد تمام موجودات کے حق مین نعمت ہے اسلئے کہ اسمین آپ رحمۃ للعالمین کا ظہور ہے جو کل موجودات کے حق مین نعمت عظمی ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ جسطرح ابولہب کے حق مین ہر دوشنبہ کی رات مین برکت مکرر ہوتی ہے ہر دوشنبہ کی رات یا ہر تاریخ ولادت کی رات مین وہ فضیلت مکرر ہوتی ہے یا نہین۔ مگر اس مین شک نہین کہ نفس شب قدر سے شب میلاد افضل ہے۔

جواز اور استحباب مولود شریف۔

اب مولود شریف کے جواز اور استحباب کی دلیلین سنئے۔ نجم الدین غیطی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ ہر سال مولود شریف معین روز مین کرنے کی اصل بخاری اور مسلم کی روایت سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لیگئے دیکھا کہ یہود عاشورہ کے روز روزہ رکھا کرتے ہین۔ اسکی وجہ آپ نے اون سے دریافت کی انہون نے کہا کہ یہ روز وہ ہے کہ اسمین خدا تعالی نے فرعون کو غرق کیا اور

موسیٰ علیہ السّلام کو نجات ہوئی اسلئے اسکے شکریہ مین عاشورہ کے روز ہم لوگ روزہ رکھا کرتے ہین
آپ نے فرمایا۔ نحن احق بموسیٰ منکم یعنے تم سے زیادہ ہم اسکے مستحق ہین۔ چنانچہ آپ نے بھی اُس دن
روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اوسکا حکم فرمایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ جب کوئی اعلیٰ درجہ کی نعمت کسی معین روز
مین حاصل ہوئی ہو اوسکی ادائی شکر اوس روز کے نظیرون مین کرنا مستون ہے اور چونکہ کوئی
نعمت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے افضل نہین ہوسکتی اس لئے
بہتر ہے کہ اس شکریہ مین اقسام کی عباداتین مثل صدقات اور اطعام طعام وغیرہ روز میلاد شریف
ادا کی جائین۔ انتھیٰ۔ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکہا ہے کہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے
بیشتر حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کے قریب قریب جواز مولود پر استدلال
کیا ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکہا ہے کہ دوسری اصل مولود شریف کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے خود بنفس نفیس اپنا عقیقہ ادا فرمایا باوجودیکہ روایات سے ثابت ہے کہ آپکے
جدامجد عبدالمطلب نے ساتوین روز آپ کا عقیقہ کیا تھا۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ عقیقہ دوبارہ
نہین کیا جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت کو اس اعادۂ عقیقہ سے یہ معلوم کرانا منظور تھا کہ
اعلیٰ درجہ کی نعمت پر اگر اعادۂ شکر کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ اسلئے میلاد شریف کے روز
اظہار شکر مین کھانا کھلانا اور اظہار مسرت کرنا مستحب ہے انتہیٰ۔

رسالہ اتمام النعمۃ الکبریٰ علی العالم بمولد المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مین حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
نے ابن جزری رح کا قول نقل کیا ہے کہ مولود شریف کی اصل خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے ماثور ہے۔ مولود کی فضیلت کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اسمین ارغام شیطان اور سرور اہل
ایمان ہے انتہیٰ۔ آپ نے دیکھہ لیا کہ ان علمار کی تصریحات سے ظاہر ہے کہ جس سے اوسکا
مسنون اور مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے صوم عاشورہ سے جو استدلال کیا ہے اسمین غور کیجئے کہ
باوجودیکہ موسیٰ علیہ السّلام کی کامیابی ایک معین عاشورہ مین ہوئی تھی۔ مگر تمام سال کے ایام مین
صرف اوسی روز کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس نعمت کا شکریہ اسی روز ہر سال ادا کیا جائے

جس سے ثابت ہے کہ گو واقعہ مکرر نہین مگر اوسکی برکت کا اعادہ ضرور ہوتا ہے جسپر دلیل یہ ہے
کہ ہر دوشنبہ مین ابولہب کیلئے اوسکی برکت کا اعادہ ہوتا ہے۔
بعضے علمانے یہان پر یہ کلام کیا ہے کہ صوم عاشورہ منسوخ ہوگیا ہے اسلئے اسکی فضیلت باقی نہین
رہی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ رمضان شریف کے روزدن کی فرضیت کے بعد اب کسی روزہ کی فرضیت
نرہی۔ اس سے صوم عاشورہ کی علت جو حضرت کے پیش نظر تھی اوسمین کوئی فرق نہ آیا اسلئے
کہ اسکے منسوخ کرنے کے وقت حضرت نے یہ نہین فرمایا کہ نحن لسنا احق بموسی منکم جسطرح روزہ
رکھنے کے وقت نحن احق بموسی منکم فرمایا تھا اور نہ یہ فرمایا کہ موسی علیہ السلام کا واقعہ گذرکر ایک
زمانہ ہوگیا۔ ہر سال اوسکا لحاظ رکہنا جائز نہین کیونکہ اس مین اعادہ معدوم لازم آتا ہے۔ پھر
باوجود اوس روزے کے منسوخ ہونے کے احادیث مین اوسکے فضائل وارد ہین جس سے
ثابت ہے کہ روزے کا حکم فرمانے کے وقت جو فضیلت ملحوظ تھی وہ اب بھی ملحوظ ہے
اور یہ بات مسلم ہے کہ فضائل منسوخ نہین ہوسکتے اسلئے شیخ الاسلام رح کے استدلال پر اسکے
منسوخ ہونے کا کوئی اثر نہین پڑسکتا۔ اور اگر تسلیم کرلیا جاے کہ اوس روزہ کی فضیلت بھی
منسوخ ہوگئی تو بھی کوئی ہرج نہین۔ اسلئے کہ موسی علیہ السلام کی نجات کی بہجہ خوشی اگر ہو تو اون
لوگون کو ہوگی جنکو اونکے امتی ہونے کا دعوی تہا یعنے یہود کو ہمین اوسکی کیا ضرورت اگر انبیائے
سابق کے اس قسم کے واقعات کی خوشی ہم پر لازم ہو تو ہفتہ کے تمام ایام انہی خوشیون مین صرف
ہوجائینگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس روزہ سے صرف امت کو توجہ دلانا مقصود معلوم
ہوتا ہے کہ جب ہم ایک نبی کی نجات پر شکریہ ادا کرتے ہین تو ہمکو ہماری ولادت کی بیحد خوشی کرنی
چاہئیے۔ مگر طبع غیور کو صراحتاً یہ فرمانا گوارا نتہا کہ ہمارے میلاد کے روز تم لوگ روزہ رکھا کرو
بلکہ خود ہی اس شکریہ مین روز دوشنبہ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور اوس کی وجہ اوس وقت
تک نہین بتائی کہ کسینے نہین پوچھا اسلئے کہ بغیر استفسار کے بیان کرنا بھی طبع غیور کے
مناسب حال نتہا۔ یہ بات مسلم شریف کی اس روایت سے ظاہر ہے کہ جب حضرت سے
دریافت کیا گیا کہ آپ دوشنبہ کا روزہ کیون رکہا کرتے ہین فرمایا کہ وہ میری ولادت کا روز ہے
اور اوس روز مجہپر قرآن نازل ہوا۔ انتہی۔ اب غور کیجئے کہ جب خود بدولت ہمیشہ روز میلاد مین

شکریہ کا روزہ رکہا کرتے تھے تو ہم لوگون کو کسقدر اس شکریہ کی ضرورت ہی اسلئے کہ حضرتؐ کا وجود
ہم لوگونکے حق مین نعمت عظمیٰ ہے اور اگر یہی لحاظ ہوتا کہ اپنی ولادت کا شکریہ ضرور تھا تو فرما دیتے
کہ ہر شخص اپنی ولادت کے روز شکریہ کا روزہ رکھا کرے حالانکہ کسی روایت مین یہ وارد
نہین ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس مین عمومی نعمت کا لحاظ تہا اور اوس سے صرف تعلیم
امت مقصود تھی کہ اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ہر ہفتہ مین ادا کیا جائے مرقاۃ شرح مشکوۃ
مین ملا علی قاری رحمہ نے طیبی رحمہ کا قول نقل کیا ہے کہ جس روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا
وجود اس عالم مین ہوا اور کتاب عنایت ہوی تو روزہ کے لئے اوس روز سے بہتر کونسا
روز ہو سکتا ہے۔ غرضکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میلاد مبارک کا شکریہ ہر ہفتہ مین ادا
کیا جائے۔ پھر اگر سال مین بھی ایکبار اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا نہ کیا جائے تو کسقدر بدنصیبی
اور بے قدری ہے۔ غرضکہ تکرار زمانے مین گو اعادہ معدوم نہین مگر ابتدا کی فضیلت
اوس مین ضرور ملحوظ ہوتی ہے۔ دیکھئے حضرت اسمعیل علیہ السلام جب مذبوح ہونے سے
بچائے گئے جسکے سبب سے حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کو خوشی ہوی ہر سال اس
اس خوشی کا اعادہ ہوا کرتا ہے۔ اس سے بڑہکر کیا ہو کہ اوس دن عید ہوتی ہے اور اس واقعہ
کے پیش نظر ہوجانیکے لئے جس قسم کے افعال و حرکات اون حضرات اور حضرت بی بی ہاجرہ
رضی اللہ عنہا سے صادر ہوے اسی قسم کے حرکات کے ہم لوگ حج مین مامور ہین چنانچہ
ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے پانی کی تلاش مین صفا و مروہ مین سات چکر کئے تھے۔ ہم کو بھی
حکم ہے کہ اس وسیع میدان مین سات چکر کیا کرین۔ میلین اخضرین کے مقام مین وہ دوڑی
تھین ہمین بھی وہان دوڑنے کا حکم ہے اسیطرح اور بہت سے افعال ہین جن سے
وہ اصلی واقعہ پیش نظر ہو جاتا ہے۔ اب اگر مولد شریف کے وقت سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف فرمائی مسلمانون کے پیش نظر ہو اور تعظیم کیلئے
اوٹہہ کھڑے ہون تو ایسی کونسی بے موقع حرکت ہوگی جس سے لعن و طعن کیا جاتا ہی
اور اقسام کے الزام لگائے جاتے ہین کہ یہ لوگ حضرت کے بار بار پیدا ہونے کے
قائل ہین ہم پوچھتے ہین کیا حجاج دنبہ کو ذبح کرنے کے وقت اسمعیل علیہ السلام کے بار بار

ذبح کرنے کا خیال کرتے ہین۔
حالانکہ یہ گویا حکایت اُسی کی ہے۔
بخاری شریف کی کتاب الانبیاء مین روایت ہے جسکا ملخص یہ ہے کہ سفر غزوہ تبوک مین جب کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر مقام حجر پر ہوا تو حضرت کو بذریعہ وحی وہان کے حالات پر اطلاع
ہوئی اور فرمایا کہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی فلان کوئین کا پانی پیا کرتی تھی۔ قوم نے اوسکو اسیوجہ
سے قتل کر ڈالا کہ وہ ایک روز سب پانی پی جاتی تھی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے بہتیرا
منع کیا مگر انہون نے نہ مانا اسپر عذاب نازل ہوا اور وہ سب ہلاک کئے گئے۔ اب تم لوگ
اوس کوئین پر اترو جو اونٹنی کے لئے خاص تہا۔ اور دوسرے کوئین کے پانی سے احتراز
کرو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے تو اون کوئین کے پانی سے آٹا گوندھ لیا ہے فرمایا وہ خمیر اور
بچا ہوا پانی سب پھینکدو اور اوس کوئین کا پانی لو جو اونٹنی کے لئے خاص تھا۔ پھر فرمایا کہ
اوس قوم کی سکونت گاہ مین جب پہونچو تو روتے ہوے وہان سے جلد گزر جاؤ۔ اور اگر رونا
نہ آئے تو بتکلف روؤ۔ اس خوف سے کہ کہین تم پر اونکا عذاب نہ ہو جائے۔ چنانچہ جب اوس
قوم کے مکانات پر پہونچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر سے اپنا سر مبارک ڈہانک لیا
اور اونٹنی کو دوڑایا یہانتک کہ اوس وادی سے نکل گئے (یہ خلاصہ اون روایتون کا ہے جو
بخاری اور فتح الباری اور تفسیر ابن جریر وغیرہ مین مذکور ہین۔) اسیطرح مسلم وغیرہ کی روایتون سے
ثابت ہے کہ حج مین وادی محسر جہان اصحاب فیل ہلاک ہوے تھے وہان سے جلد گزر جانا مسنون
ہے ۔ اب غور کیجئے کہ حضرت پر اوس مقام مین جو خوف طاری ہوا اور سب کو رونے کا حکم فرمایا
اور آپ نے بھی نہایت تواضع کی حالت مین چادر مبارک سے سر ڈہانکے ہوئے نہایت
جلدی سے اوس مقام سے نکل گئے کیا یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اون برگزیدگان حق پر اوسوقت
سچ مچ عذاب اوترتا وہ بھی ایسی حالت مین کہ صرف خوشنودی خدا و رسول کی غرض سے
راہ خدا مین جان دینے کو چلے جا رہے ہین۔ اور تنہا بھی نہین بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے ہمراہ رکاب تھے جن کی شان مین وارد ہے ما کان اللّٰہ لیعذبھم وانت
فیھم یعنے خدائے تعالے اون لوگون پر عذاب نہین کرتا جن مین آپ ہین پھر

حضرت کو اوس خوف سے کیا تعلق جو خود بھی جلدی سے وہان سے گذر گئے کیا کوئی ضعیف الایمان بھی اس موقعہ مین ناشائستہ خیال کر سکتا ہے ہرگز نہین۔ پھر یہ تمام آثار جو اصلی واقعہ کے وجود کے وقت مرتب ہونے کے لائق ہین اسوقت کیون ظہور مین آئے کیا اوسوقت اوس قوم پر عذاب اوتر رہا تھا جسکے دیکھنے سے یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر کوئی شخص بے باکانہ اوس مقام مین چلا جائے تو اندیشہ ہے کہ مبتلائے عذاب ہو جائے اس لئے کمال خضوع سے روتے ہوئے جانے کی ضرورت ہوئی تا کہ خدائے تعالیٰ اس عذاب سے بچائے اس سوال کا جواب سوائے اسکے کچھہ نہین کہ صرف اصلی واقعہ اوسوقت پیش نظر ہو گیا تھا جسپر آثار خوف مرتب ہوے۔ پھر یہ حضرت نے اپنی رائے سے بھی نہین فرمایا اسلئے کہ اوس ویران مقام مین کیونکر معلوم ہو کہ اوٹنی کا کوان کونسا اور قوم کے کوئین کونسے ہین جن سے پانی لینے کی ممانعت ہوی بلکہ یہ سب وحی سے معلوم ہونے کی باتین ہین اس سے ثابت ہے کہ یہ سب تعلیم آلہی تھی۔ اب فرمائے کہ اوسوقت جو صرف اصل واقعہ کے پیش نظر ہونے سے حکم تھا کہ خوف و خضوع ظاہر کرین۔ اسیطرح میلاد شریف کے پیش نظر ہونے کے وقت آثار فرحت و تعظیم ظاہر کئے جائین تو خدا اور رسول کی مرضی کے مخالف ہونے کی کیا وجہ کیا یہ حدیث صحیح نہین ہے کہ صحابہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا قوموا السید کم۔ غرضکہ یہ ہرگز ثابت نہین ہو سکتا کہ میلاد شریف کے وقت جو قیام کیا جاتا ہے وہ شرک یا مکروہ ہے۔

تخئیل اور تصور پر آثار کا مرتب ہونا فطرت انسانی مین داخل ہے جیسے کسی خوشی کے واقعہ کے خیال کرنے پر آثار بشاشت چہرہ سے نمایان ہوتے ہین اور غم کا واقعہ یاد کرنے سے آنسو ٹپک پڑتے ہین۔ کنز العمال مین روایت ہے کہ ایک روز عمر رض نے صبح کی نماز مین سورہ یوسف شروع کی جب اس آیت پر پہونچے وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم جسمین حضرت یعقوب علیہ السلام کے غم و بکا کا ذکر ہے۔ آپ پر ایسا گریہ طاری ہوا کہ آگے بڑھہ نہ سکے آخر رکوع کر دیا۔ شریعت مین بھی اس تخئیل اور تصور کا اعتبار اور لحاظ کیا گیا ہے چنانچہ جامع الصغیر مین اس مضمون کی دو روایتین مذکور ہین۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

کسی کا نام محمد رکھو تو اوسکا اکرام کرو۔ اور اُسکو برا مت کہو اور اذیت نہ پہنچاؤ۔ دیکھئے نام جو صرف الفاظ ہین ان مین یہ اثر کہان سے آگیا کہ اپنے مسمی کو ایسی عزت بخشے۔ در اصل یہ اوس تخیل کا اثر ہے جو اس لفظ کی تذکر کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پیش نظر ہو جاتی ہے۔ یہ بحث کسیقدر بسط سے ہم نے انوار احمدی مین لکھی ہے۔

فتح الباری مین شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حج مین جو تلبیہ یعنے لبیک کہا جاتا ہے اسکی وجہ احادیث مین یہ وارد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا و اذن فی الناس بالحج یعنے لوگون مین پکارو کہ حج کیلئے آئین چنانچہ اونہون نے پکار دیا۔ اب جو لبیک کہا جاتا ہے اوسی کا جواب ہے دیکھئے یہ لبیک حالت احرام مین کس خضوع اور خشوع سے کہا جاتا ہے۔ اگر ابراہیم علیہ السلام کے روبرو بھی یہ جواب دیا جاتا تو اس سے زیادہ تواضع نہوتی۔ حالانکہ ابراہیم علیہ السلام نے جو بلایا تھا اوسکو ہزار سال گزر گئے اور وہی آواز ہمارے کانون مین گونج رہی ہے۔ پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ولادت تو اسکے بہت بعد ہے اگر اوس وقت خاص کا نقشہ ہمارے آنکھون مین کھنچ جاے تو کونسی تعجب کی بات ہے اور جسطرح ہم وقت معین مین لبیک کہکر اٹھ کھڑے ہوتے ہین اسیطرح وقت معین مین فداک ابی و امی یا رسول اللہ کہکر کھڑے ہو جائین تو کونسی بری بات ہوگی۔ اب رہی یہ بات کہ مولود شریف قرون ثلثہ مین نہین تہا تو یہ بھی قابل تسلیم نہین اس لئے کہ جتنی روایتین مولود شریف مین پڑہے جاتے ہین وہ موضوع نہین بلکہ کتب احادیث مین سب موجود اور صحابہ سے منقول ہین جس سے ثابت ہے کہ جتنی روایتین مولود کی کتابون مین پڑھی جاتی ہین وہ سب صحابہ کے زمانہ مین پڑہے جاتے ہین۔ البتہ نئی بات یہ ہے کہ میلاد شریف سے متعلق حدیثین ایک جگہ جمع کردی گئین مگر یہ بھی قابل اعتراض نہین اسلئے کہ محدثین نے بھی آخر ہر قسم کی حدیثون کو علحدہ علحدہ کردیا ہے جو صحابہ نے نہین کیا تھا۔ پھر صحابہ وغیرہم کا دستور تھا کہ جب کوئی واقعہ پیش نظر ہوتا تو اس سے متعلق جتنی حدیثین یاد ہوتین پڑھ دیتے اسیطرح میلاد مبارک کا واقعہ پیش نظر ہونے سے وہ سب روایتین پڑھی جاتی ہین اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولود شریف کا پڑھنا صحابہ کی سنت ہے۔ اب اگر محل اعتراض

ہے تو یہی ہے کہ میلاد شریف کی مثل قرون ثلثہ مین اس ھیئت پر نتھی سو اسکا جواب یہ ہے
کہ اس محفل مبارک سے ایک بڑی مصلحت متعلق ہے وہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اور دوسرے
اقوام اپنے اپنے نبیون کی پیدائش کے روز خوشیان مناکر اپنے محبت کا ثبوت دیتے ہین
دور اندیش علمار نے یہ خیال کیا کہ بعد زمانہ نبوی سے مسلمانون کی طبیعتون مین بے باکی پیدا
ہو گئی ہے۔ یہانتک کہ نماز و روزہ مین بھی لوگ قصور کرنے لگے جس سے دوسرے
اقوام مین یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ اب مسلمانی برائے نام رہ گئی ہے اور وہ رعب و داب
جو جانباز مسلمانون کا اونکے دل مین تہا کہ یہ لوگ اپنے نبی کے حکم پر جان دینے کو مستعد ہین
جانے لگا۔ اگر یہی خیال انکا ترقی پذیر ہوا اور مسلمانون مین کوئی جوش اسلامی باقی نہ رہے گا تو
چند روز مین بالکل بے وقعتی کی نگاہون سے وہ دیکھے جائینگے اور معرض تلف مین ہو جائینگے
اسلئے یہ تدبیر نکالی کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جوش انکے دلون مین پیدا کر دیا جائے
چنانچہ مجالس وعظ مین عموماً ایسے مضامین بیان کرنے لگے جو باعث ازدیاد محبت ہون مثلاً
شفاعت کا مسئلہ اور صحابہ اور اولیار اللہ کے فضائل اور حکایات اور معجزات اور فضائل نبی
صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بیان کرنے لگے جن کے سننے سے اپنے نبی کی عظمت ذہن نشین
اور باعث ترقی محبت ہو پھر محفل میلاد کی بنیاد ڈالی جس سے موافقین اور مخالفین کا امتیاز
ہو جاے کیونکہ مخالفین کو حضرت کی پیدائش کی خوشی ہرگز نہین ہو سکتی۔ بلکہ اسکا سخت صدمہ
انکے دلون پر ہوتا ہے جس طرح خاص میلاد کے روز شیطان پر ہوا تھا غرضکہ اسکا یہ اثر
ہوا کہ ہر فقیر و امیر بقدر حیثیت اس محفل مبارک مین روپیہ صرف کر کے اسکا عملی ثبوت دیتا ہے
کہ ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے دعاگو اور آپ کے وجود باجود سے خوش ہونیوالے
مین ہین جس سے مخالفین پر یہ ثابت ہو گیا کہ مسلمان اس بگڑی حالت مین بھی اپنے نبی کے
شیفتہ اور دلدادہ ہین۔ بعض شناسان زمانہ خوب جانتے ہین کہ یہ جوش محبت اسلامی کوئی
معمولی بات نہین بلکہ یہی جوش مخالفون سے انکو ممتاز اور علحدہ کرنے والا ہے۔ اگر یہ جوش
محبت بھی جاتا رہے تو اکثر مسلمانون کی حالت گواہی دیگی کہ انکو نہ احکام دینیہ سے تعلق ہے
نہ اپنے نبی سے محبت اور ظاہر ہے کہ اس بے تعلقی کا کیسا برا اثر مسلمانون پر پڑے گا

غرض قطع نظر فضیلت اور استحباب کے مولود شریف مین ایک ایسی مصلحت ملحوظ رکھی گئی جو دین و دنیا مین محمود مطلوب ہے۔

دین مین اسوجہ سے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ جب تک آدمی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے ان باپ اور اولاد اور مال سے بلکہ اپنی جان کی محبت سے زیادہ نہو اسکا ایمان قابل شمار نہین اور دنیاوی مصلحت وہ جو مذکور ہوی جسکو اسرار شناسان اسلام جانتے ہین کہ موجد نے اسکو کیون ایجاد کیا کیا مصلحت وقت کا لحاظ رکہنے کی تعلیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین دی ہے کیون نہین صدہا احادیث اسپر شاہد ہین اسیکو دیکھیے کہ قبل ہجرت کس قسم کے احکام اور حالات تھے اور بعد ہجرت قوت اسلام کے زمانہ مین کس درجہ پر پہونچے۔ اہل حدیث یہ بھی جانتے ہین کہ آخری زمانہ کے مسلمانون کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قسم کی سہولتین فرمائی ہین۔ یہان تک تو فرما دیا کہ دسوین حصہ پر بھی اگر وہ لوگ عمل کرلین تو صحابہ کے برابر انکو ثواب ہوگا۔ اب انصاف کیا جائے کہ مصالح دینیہ و دنیویہ پر لحاظ رکھکر محفل میلاد شریف کیجاے تو کیا وہ باعث دخول دوزخ ہوگی۔ اور وہ ارشاد دنیوی کہ اعمال کے حسن و قبح کا دارومدار نیت پر ہے اور خداے تعالی عمل کو نہین دیکھتا ہے۔ نیتون کو دیکھتا ہے وغیرہ۔ احادیث معاذ اللہ بیکار ہو جائینگی ہرگز نہین۔ غرضکہ اس قابل تحسین نیت کے بعد ہمارا حسن ظن تو یہ ہے کہ یہ عمل باعث خوشنودی خدا اور رسول ہے۔ اور یقین ہے کہ بمصداق انا عند ظن عبدی بی۔ یہ ہمارا حسن ظن بیکار نہ جائے گا۔ ہم اسکو مانتے ہین کہ بعضے علماء نے صرف حدیث کل بدعة ضلالة کو پیش نظر رکہکر اس مجلس متبرکہ مین کلام کیا ہے مگر آپ نے دیکھ لیا کہ جو نکتہ رس۔ دقیقہ شناس علماء تھے۔ مثل حافظ۔ شیخ الاسلام۔ ابن حجر عسقلانی اور امام سیوطی وغیرہ۔ رحمہم اللہ انہون نے اسکا جواز استحباب ثابت کردیا۔ غور کیجیے۔ کہ وہ بھی آخر مقتدا اور متبحر علما مانے جاتے ہین۔ جن کے اقوال استدلال مین پیش کئے جاتے ہین انکو گمراہ و مخالف اسلام قرار دینا کیونکر جائز ہوگا۔ ایسے موقع مین تو انکا احسان ماننا چاہیئے کہ انہون نے علاوہ اور مصالح کے شرعی طور پر بھی اسکا استحباب ثابت کردیا۔

یہان شاید ناواقفون کو یہ خلجان ہوگا کہ ایک ہی چیز حرام اور مستحب کیونکر ہوسکتی ہے۔ بجھر کیا وہ

کہ مولود شریف کو ایک جماعت حرام اور ایک جماعت مستحب کہتی ہے۔

اس تعارض کو اسطرح دفع کیا جائے کہ جن علماء کی نظر محدود رہی کہ مولود شریف قرون ثلثہ مین نتھا وہ اسکی حرمت کے قائل ہوگئے اور جن کی نظر وسیع تھی وہ مصالح اور اغراض پر غور کرکے استحباب کے قائل ہوگئے۔

دیکھئے۔ صرف ونحو کا علم نہ حضرت کے زمانہ مین تھا نہ صحابہ کے زمانہ مین گو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چند قواعد بیان فرماکر اسکی بنیاد ڈالی مگر تدوین اسکی ایک مدت مین ہوی اور نہ قال کی اصل قول ہو نے پر کوی شرعی دلیل قائم ہوسکتی ہے۔ مگر چونکہ قرآن وحدیث کا سمجھنا سمجھانا ان علوم سے متعلق ہے اسلئے گو وہ بدعت ہین مگر انکی تعلیم واجب قرار دی گئی اگر ہمارے دین سے ان علوم کو تعلق نہوتا تو انکی حرمت پر ضرور فتوی دیا جاتا اس سے ظاہر ہے کہ اغراض صحیحہ کے لحاظ سے بدعت مین وجوب بھی آجاتا ہے جسکو وجوب بغیرہ کہتے ہین۔ پھر اگر مولود شریف مین باوجود بدعت ہونے کے استحباب آجائے تو کیا عجب غرضکہ علماء جانتے ہین کہ اغراض مصالح اور جہات کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہین۔

جو ضرورت اس محفل مبارک کی ایجاد اور ابقا مین علماے متاخرین کے پیش نظر تھی اوسکا وجود قرون ثلثہ مین نہ تھا اسلئے کہ اوس زمانہ کے کل اہل اسلام وقتاً فوقتاً ہر ایک امر مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا عملی ثبوت دیتے تھے جسکا اثر یہ ہوا کہ اسلام شرقاً وغرباً انکی جانبازیون سے پھیلا انکو ضرورت نہ تھی کہ سال مین ایک بار اپنی محبت کا اظہار کرین۔ بخلاف اس زمانہ کے کہ کل اہل اسلام سال مین ایک بار بھی اگر اپنی سچی محبت اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد مبارک مین ظاہر کرین تو غنیمت ہے۔

قرون ثلثہ مین روز میلاد مبارک کے عید مقرر نہونے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ جو علامہ نجم الدین غیطی رح نے کتاب التعریف بالمولد الشریف مین مولفہ علامہ شمس الدین ابن الجزری رح سے نقل کیا ہے کہ جو روز میلاد شریف کا ہے وہی وفات شریف کا دن ہے۔ اسلئے سرور وغم برابر برابر ہوگئے انتھی۔ اگر غور کیا جائے تو اون شیفتگان جمال نبوی پر وہ روز ایسی مصیبت اور ماتم کا تھا کہ جسکا بیان نہین ہوسکتا جیسا کہ واقعات سے ظاہر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری مین صحابہ

کی یہ حالت تھی کہ ہر مجلس ماتم کدہ سمجھی جاتی تھی چنانچہ بخاری شریف مین ہے کہ اوس زمانہ مین اتفاقاً
صدیق اکبر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا گزر انصار کی کسی مجلس پر ہوا دیکھا کہ سب زار زار رو رہے
ہین اوسکا سبب دریافت کیا اہل مجلس نے کہا کہ ہمین حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتیں
یاد آتی ہین جن مین حضرت کے ساتھ ہم لوگ بیٹھتے تھے اب قرائن سے معلوم ہو رہا ہے کہ
وہ دن آگئے کہ ہم لوگ اس دولت عظمی اور فیضان مصاحبت سے محروم ہو جائین۔ ان
شیفتگان دیدار نبوی کی حالت کا اندازہ اس روایت سے ہوسکتا ہے جو بخاری شریف مین
ہے کہ ایک روز صبح کی نماز ہو رہی تھی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز پڑہا رہے تھے کہ رحمت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ مبارک کا پردہ اس غرض سے اوٹھایا کہ نماز کی حالت ملاحظہ فرمائین
پردہ اٹھنا ہی تھا کہ صدیق اکبر رض اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور مارے خوشی کے قریب تھا کہ
صحابہ نماز توڑکر دیدار جان بخش سے اپنی آنکھین ٹھنڈی کرین مگر حضرت کب گوارا کر سکتے تھے
کہ عبادت الہی مین خلل واقع ہو فوراً یہ فرما کر پردہ چھوڑ دیا کہ نماز کو تمام کر لو!! دیکھیے صحابہ حضور
قلب وغیرہ لوازم و آداب نماز کو خوب جانتے تھے مگر غلبہ شوق دیدار نے سب بھلا دیا اور ایک
ایسی حالت طاری ہوی جو مصداق اس شعر کے تھی۔ ؎

در نمازم خم ابروے تو چون یاد آمد — حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد

روز وفات ہر چند صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نہایت استقلال اور تکلف سے کام لیکر
خطبہ پڑہا اور مسلمانون کو تسلی دی مگر حالت یہ تھی کہ وہ بھی ضبط گریہ نہین کر سکتے تھے اور
بے اختیار کہتے تھے کہ یا رسول اللہ آپ کی وفات سے وہ چیز منقطع ہو گئی جو کبھی نبی کی
موت سے منقطع نہین ہوی تھی آپکی نعت جسقدر کی جائے تھوڑی ہے اگر ہمارا بس چلتا تو
ہم سب آپ پر سے اپنے کو فدا کر دیتے اور ایک مرثیہ پڑہا جسکا ایک شعر یہ ہے۔

یا لیتنی من قبل مہلک صاحبی — غیبت فی جدث علی صخور

یعنے کاش مین اپنے صاحب کی وفات سے پہلے اپنی قبر مین مدفون ہوتا اور مجھپر پتھر
ڈالے جاتے!!

؎ اس مقام کی کل روایتین المواہب اللدنیہ مین موجود ہین۔ ۱۲

عمر رضہ کو تو اوس صدمہ جان کاہ نے دیوانہ ہی بنا دیا تھا کچھہ ایسے حرکات اوسوقت اونسے
صادر ہورہے تھے کہ سب حضار تپان و لرزان تھے کسی کی مجال نہ تھی کہ اونسے کچھہ کہہ سکے
جب کسیقدر افاقہ ہوا تو کہنے لگے یا رسول اللہ میرے مان باپ آپ پر فدا ہون آپ پیشتر ستون
کے پاس خطبہ پڑہا کرتے تھے جب منبر بنایا گیا اور آپ اوسپر خطبہ پڑہنے لگے تو ستون پر آپکے
فراق کا اس قدر صدمہ ہوا کہ آدمی کی طرح زار زار روتا تھا تو آپ کی امت کا کیا حال ہونا چاہئے
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اوسوقت یہ حالت تھی کہ منہ سے بات نہین نکل سکتی تہی حضرت
علی کرم اللہ وجہہ پر اس قسم کا اتنا بار پڑا کہ باوجود اس قوت شجاعت کے آپ زمین پر بیٹھہ گئے اور
حس و حرکت دشوار ہوگئی۔
حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام پر اس صدمہ کا اثر اس قدر ممتد ہوا کہ جب تک آپ زندہ رہین
گویا جانتے ہی نہین کہ ہنسی کیا چیز ہے۔
بلال رضی اللہ عنہ جب اذان مین اشہد ان محمدا رسول اللہ کہتے تو مسجد مین کہرام مچ جاتا تھا۔
عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہی اس صدمہ جان ستان سے ہوگیا۔
غرضکہ اس حادثۂ جانکاہ سے کل صحابہ کی یہ حالت تھی کہ اونپر زندگی وبال جان ہوگئی تھی اب غور
کیجیے کہ جب دوازدہم شریف کا روز اون شیفتگان جمال نبوی اور سوختگان آتش فراق پر
آتا ہوگا تو اونکی کیا حالت ہوتی ہوگی۔ کیا ایسی حالت مین کسی قسم کی خوشی دل مین راہ پا سکتی ہے
ہرگز نہین ایک مدت تک مسلمانون کی تقریباً اسی قسم کی حالت رہی۔ متاخرین نے دیکھا
کہ اب مسلمانون کے دلون پر عموماً وہ جوش محبت تو رہا ہی نہین جو مقتضی غم وفات ہوا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے معنے تو صرف اسیقدر ہین کہ اس عالم سے دوسرے عالم کو
تشریف لے گئے ورنہ حضرت کی زندگی مین کیا شک اسلئے اوس غم کو جو عارضی تھا کالعدم کر کے
اصلی مسرت اور خوشی کو جس کا اثر قیامت تک باقی ہے پیش نظر رکھا اور اوس روز کو خالص
روز عید قرار دیا جس مین کل اہل اسلام بالاتفاق اپنی محبت اور گرمجوشیان ظاہر کر کے اپنی محبت
کا ثبوت دین۔ چنانچہ اس قرارداد علما کو تقریباً کل اہل اسلام نے مان بھی لیا اور صورت اجماعی
منعقد ہوگئی۔ اور بمصداق ما رآہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن وہ قابل تحسین ہی ہوئے۔

پھر اون حضرات نے اس سے بڑے بڑے فوائد بھی حاصل کئے چنانچہ نجم الدین غیطی رح نے
اور ابن حجر مکی رح نے امام شمس الدین الجزری رح کا قول نقل کیا کہ مولود شریف کی خاصیت یہ ہے
کہ جس سال یہ محفل کی جاتی ہے اوس سال بلاؤن سے امن رہتا ہے اور یہ فقط اعتقادی بات ہی
نہین بلکہ اوسکا تجربہ بھی مکرر ہو چکا ہے۔ الحاصل محفل میلاد مین کئی مصلحتین اون حضرات کے
پیش نظر تھین اور مصالح کا لحاظ کرنا شرعاً محمود اور مسنون ہے۔ علامہ زرقانی رح نے شرح مواہب لدنیہ
مین لکھا ہے کہ مدینہ طیبہ مین ایک منافق مرا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی گئی
کہ اپنا ملبوس خاص عنایت فرماوین تاکہ برکت کے لئے اوسکے کفن مین وہ شامل کیا جائے حضرت
نے اپنا قمیص مبارک بدن سے اتار کر عنایت فرمایا اور صحابہ کو اس مصلحت پر مطلع فرمایا کہ مین
جانتا ہون کہ میرے قمیص سے اوسکو کچھ فائدہ نہین ہو سکتا اسلئے کہ وہ منافق ہے مگر مجھے امید
ہے کہ اس رعایت خاص کی وجہ سے اوسکی قوم سے ہزار شخص مسلمان ہونگے چنانچہ ایسا ہی
ہوا۔ دیکھئے حضرت کا پیرہن مبارک جو اعلی درجہ کا تبرک ہے منافق جو کافر سے بھی بدتر ہے
اوسکے کفن کے لئے دنیا ہرگز کسی مسلمان کی طبیعت گوارا نہین کرسکتی مگر حضرت نے عمومی
مصلحت کے لحاظ سے اوسکو گوارا فرمایا۔

چنانچہ بخاری شریف اور فتح الباری مین ہے کہ عمر رض ایک بار خانہ کعبہ مین جا بیٹھے اور کہا کہ میرا
قصد یہ ہے کہ جسقدر سونا چاندی کعبہ شریف مین رکھی ہے سب مسلمانون مین تقسیم کردون۔
ابو وائل رح نے کہا کہ یہ آپ نہین کرسکتے اسلئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رض کو باوجودیکہ
آپ سے زیادہ مال کی احتیاج تھی مگر انہون نے یہ خیال نہین کیا عمر رض نے کہا کہ بیشک
ان حضرات کی اقتدا مجھے بھی ضرور ہے۔

شیخ الاسلام نے لکھا ہے کہ کعبہ شریف کا خزانہ خرچ نکرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ تعظیم الاسلام
اور ترہیب اعدا اوس سے متعلق ہے اسلئے کہ خزانہ کعبہ شریف اوس زمانہ مین مشہور تھا
اس سے مستفاد ہے کہ شوکت اسلام کے لئے اگر کوئی ایسا کام کیا جائے جو ضرورت سے
زیادہ ہو اوسکی اجازت ہے چنانچہ شیخ الاسلام رح نے فتح الباری مین لکھا ہے کہ سونا چاندی
کی قندیلین کعبہ شریف اور مسجد نبوی مین لٹکانے کو تقی الدین سبکی رح نے جائز لکھا ہے دیکھئے

اس مین بھی صرف شوکت اسلام ملحوظ ہے ورنہ ضرورت تو معمولی چراغون سے بھی رفع ہو سکتی تھی۔ اسیطرح فتح الباری مین یہ بھی لکھا ہے کہ کعبہ شریف کو جو دیباج کی کسوت پہنائی جاتی ہے اسکے جواز پر اجماع ہوگیا ہے اور لکھا ہے کہ قاضی زین الدین عبد الباسط نے بحسب حکم شاہی ایک ایسی بہتر کسوت خانہ کعبہ کے لئے تیار کی کہ اوسکی عمدگی بیان کرنے سے زبان قاصر ہے اور اونکی تحسین اس فعل کی کرکر یہ دعائین دین کہ بسط اللہ تعالی فی رزقہ وعمرہ وجزاہ اللہ عن ذالک احسن المجازاۃ دیکھئے اس مین بھی وہی شوکت اسلام ملحوظ ہے ورنہ اول تو گھر کو کسوت پہنانا کوئی ضروری بات نہین اور اگر کسی قسم کی ضرورت ہے بھی تو بیش قیمت دیباج کی ضرورت نہین جسکے جواز پر اجماع ہوگیا ہے۔ اور کسوت خانہ کعبہ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین موجود تھی۔ خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفے مین لکھا ہے کہ عثمان ؓ نے مسجد نبوی کی تعمیر از سر نو نہایت تکلف سے کی چنانچہ دیوارون کے پتھرون مین نقش ونگار کیا گیا اور ستون کے پتھر بھی نقشی پرکار تھے سقف ساج کا بنوایا گیا جو اوس زمانے کی بیش قیمت لکڑی تھی اور ممبر شریف پر غلاف پہلے آپ ہی نے اوڑایا۔ دیکھئے یہ سب امور شوکت اسلام سے متعلق ہین ورنہ یہی مسجد مقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اوسوقت تک نہایت سادی اور تکلفات سے عاری تھی۔ نہ نقش ونگار تھا نہ ممبر پر غلاف اوڑایا جاتا تھا۔ یہان یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ باوجودیکہ خانہ کعبہ اور ممبر شریف کا غلاف ہمیشہ صحابہ کے پیش نظر رہا کرتا تھا مگر کسی سے یہ اعتراض مروی نہین کہ بے ضرورت کپڑا کیون اوڑایا جاتا ہے کیا ان لکڑیون اور گھر کو سردی ہوتی ہے جیسے ہمارے زمانہ کے بعض حضرات غلافون کو دیکھکر کہا کرتے ہین۔

اب یہ دیکھا جائے کہ مولود شریف مین کیا کام ہوتے ہین اور وہ شرعاً جائز ہین یا نہین بڑے کام یہ ہین اظہار سرور۔ تعین وقت۔ قصائد نعتیہ کا پڑہنا۔ تقسیم شیرینی اور بخور کا جلانا وغیرہ اظہار سرور کا حال سنئے کہ باوجودیکہ حق تعالی فرماتا ہے ان اللہ لایحب الفرحین یعنے فرحت والون کو حق تعالی دوست نہین رکھتا مگر فضل اور رحمت آلہی پر فرحت کرنے کا حکم ہے جیسا کہ قرآن شریف مین ہے قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذالک فلیفرحوا یعنے لوگون سے کہدو کہ صرف اللہ کے فضل اور رحمت کی خوشی کیا کرین۔

مطلب ان آیتون کا یہ ہوا کہ اگر کوئی خوشی کرے تو صرف اللہ تعالی کے فضل اور رحمت کی خوشی کرے۔ اب غور کیجیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم سے اس عالم کو عزت بخشنا کیا بڑا فضل اور رحمت الٰہی ہے۔ اس سے بڑھکر کیا ہو کہ آپ ہمہ تن فضل اور رحمت ہین۔ چنانچہ النہجۃ السویہ مین لکھاہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام فضل اللہ بھی ہے جسپر ابن وجیہ نے یہ استدلال کیاہے کہ حق تعالی فرماتاہے ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطان الا قلیلا یعنے اگر اللہ کا فضل اور اوسکی رحمت تم پر نہوتی تو تم شیطان کی پیروی کرتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ فضل اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین انتہی اور اسی مین ذکر کیاہے کہ حضرت کے اسماء یہ بھی ہین۔ رحمہ۔ رحمۃ الامہ۔ نبی الرحمہ۔ رحمۃ للعالمین رحمۃ مہداۃ اور آیۂ شریفہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کو ذکر کرکے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیاہے کہ حضرت نہ صرف مسلمانون کے حق مین رحمت تھے بلکہ کفار کے حق مین بھی رحمت تھے اور یہ حدیث طبرانی اور حاکم سے نقل کیاہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا رحمۃ مہداۃ یعنے مین اللہ کی رحمت ہون جو تمہارے لئے ہدیہ بھیجی گئی ہے۔ اب کہئے کہ ایسے ہمہ تن فضل اور رحمت کے نزول کے روز کو ہم عید نہ قرار دین تو ہم سے زیادہ ناقدر شناس کون ہو کہ خدائے تعالی کے ہدیہ کی بھی ہمنے کچہ قدر نہ کی حالانکہ فضل اور رحمت الٰہی پر خوشی کرنا ہمارا فرض ہے جو آیۂ موصوفہ فبذلک فلیفرحوا سے ظاہر ہے تعیین وقت اسکا حال ابھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم عاشورہ خود بھی رکھا اور اوس کے فضائل بیان فرمائے اور اس روایت سے بھی ظاہر ہے جو بخاری شریف کی کتاب الایمان مین ہے کہ کسی یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپکی کتاب یعنے قرآن شریف مین ایک آیت ہے کہ اگر وہ ہماری کتاب مین ہوتی تو ہم لوگ اوسکے نزول کے دن کو عید بناتے آپ نے فرمایا کونسی آیت ہے کہا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا جسکا ترجمہ یہ ہے کہ آج کے روز مین نے تمہارے دین کو کامل کیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کیا اور تمہارے دین اسلام سے راضی ہوا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمین معلوم ہے کہ وہ آیت کس مقام پر اور کس روز نازل

ہوئی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرفات پر کھڑے تھے یعنے حج کے روز اور جمعہ کا دن تھا
انتہی۔ شرح بخاری شریف مین شیخ الاسلام عسقلانی رح نے لکہا ہے کہ یہان یہ شبہ ہوتا ہے کہ
یہودی کا سوال تہا تو یہ تھا کہ اوس آیت کے جلالت شان مقتضی ہے کہ اوسکے نزول کا روز
عید بنایا جاتا اور جواب مین مقام اور وقت نزول بیان کیا گیا جسکو سوال سے کوئی تعلق نہین
حالانکہ جواب مین سوال کی مطابقت چاہیے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے
اشارۃً جواب دیا کہ وہ دونون روز ہمارے یہان روز عید ہین۔ اور ترمذی اور طبرانی وغیرہ کی
روایتون مین یہ بتصریح موجود ہے کہ بحمد اللہ ہمارے یہان وہ دونون روز عید ہین حاصل یہ
یہودی کا مقصود تہا کہ اوس نعمت عظمےٰ کا دن اس قابل تہا کہ عید قرار دیا جاتا جس مین
ہمیشہ خوشی ہوا کرتی اسلئے کہ عید عود سے ماخوذ ہے جسکے معنے مکرر ہونے کے ہین
چونکہ روز عید مکرر ہوا کرتا ہے اسلئے اوسکا نام عید رکھا گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اوسکو
تسلیم کرلیا چنانچہ اوسکے جواب مین کہا کہ ہمارے یہان اوس نعمت کی دوہری عید منجانب اللہ
مقرر ہے ورنہ صاف لکہدیتے کہ یہ تم لوگون کی حماقت ہے کہ ایک گزشتہ واقعہ پر ہر سال خوشیان
منایا کرتے ہو۔ اب غور کیجیے کہ جب یہ مسلم ہے کہ کسی نعمت عظمی کے حصول کا دن اس قابل ہے
کہ ہمیشہ اوس مین خوشی اور عید کی جاے تو بتائے کہ مسلمانون کے نزدیک حضرت کی تشریف آوری
اور نزول اجلال سے بڑھکر کونسی نعمت ہوسکتی ہے پھر اگر اوس پر دور خوشی نہ کی جائے تو کونسا
دن آئیگا جس مین ایمانی طریقہ سے خوشی کی جائے گی۔ اگر اوس آیۂ شریفہ کے نزول کے
روز دوہری عید ہے۔ تو نزول اجلال سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے روز یعنے میلاد مبارک
کے روز اوس سے وہ چند زیادہ خوشی اور عید ہونی چاہیے۔

قصائد نعتیہ کا پڑہنا اہل حدیث جانتے ہین کہ قصیدہ بانت سعاد جو نعت مین ہے خود آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑہا گیا اور حضرت نے اوسکے صلہ مین چادر مبارک عطا فرمائی
اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے منبر رکھا جاتا تھا جسپر وہ اشعار نعتیہ پڑہتے تھے
جسکا حال ہمنے انوار احمدی مین کسیقدر بسط سے لکہا ہے۔

تقسیم شیرینی۔ وہ اطعام طعام مین داخل ہے جسکی تعریف قرآن شریف مین مصرح ہے

ہے کما قال تعالی ویطعمون الطعام علی حبہ اسکے سوا بہت سے آیات و احادیث اوسکی
فضیلت مین وارد ہین جو محتاج بیان نہین۔

بخور جلانا۔ خلاصۃ الوفا مین ابن ماجہ کی روایت مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ مسجدون کو جمعہ کے روز بخور دیا کرو اور لکھا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بخوردان
آیا اوسکو آپ نے سعد رض کے حوالہ کیا کہ اوس مین بخور جلا کر ہر جمعہ اور رمضان مین مسجد نبوی
کو بخور دیا کرین۔ اور ایک شخص اسی کام پر مامور تھا کہ جمعہ کے دن بخور جلا کر ہر شخص کے
پاس لیجاوین اور سب کو معطر کرین۔ غرضکہ اماکن اور اوقات متبرکہ مین بخور کی خوشبو سے
اہل جلسہ کو معطر کرنا مسنون ہے

قیام۔ اس کا حال اوپر لکھا جا چکا ہے لیکن تکملۃً یہان بھی لکھا جائے تو بے موقع نہوگا۔
احادیث مذکورۂ بالا سے ثابت ہے کہ تخیل پر اصل واقعہ کے آثار مرتب ہونا قطع نظر اسکے
کہ امر طبعی ہے۔ شریعت مین بھی اسکے نظائر موجود ہین جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ
نے جب آیۂ شریفہ وابیضت عیناہ پڑھی تو روتے روتے بیخود ہوگئے۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام تبوک مین اظہار خوف و خشیت کیا۔ اور ابراہیم اور اسمعیل علیہما السلام
کی خوشی کا دن ہمیشہ کیلئے روز عید مقرر ہوا۔ اور موسی علیہ السلام کی نجات کے روز آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے شکریہ کا روزہ رکھا اور ترغیب امت کے لئے اوس کے فضائل بیان
فرمائے۔ اور اپنی ولادت باسعادت کے روز یعنے روز دوشنبہ حضرت ہمیشہ روزہ رکھا کرتے
تھے۔ اور ابولہب کو دوزخ مین پانی پینے کو ملا کرتا ہے۔ خاص خاص واقعات کے آثار
اونکی خاص قسم کی تخیل پر مرتب ہوا کرتے ہین اس صورت مین اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی ولادت باسعادت کی تخیل پر مسلمانون کے دل مین فرحت پیدا ہو تو نہ شرعاً وہ مذموم ہے
نہ یہ کہنا درست ہوگا کہ جو اصلی واقعہ پہ آثار مرتب ہوتے ہین تخیل پر مرتب کرنا درست نہین۔
اس بنا پر جتنی حدیثین اس باب مین وارد ہین کہ فرحت کے وقت کھڑے ہوجانا درست
بلکہ مسنون ہے سب ہمارے مفید مدعا ہوگئین۔ کیونکہ جب مسلمان میلاد شریف کے
حالات سنتے ہین تو اونکو بیحد خوشی ہوتی ہے اس وجہ سے کہ حضرت کا اس عالم مین

تشریف فرما ہونا اونکے لئے نجات اور فرحت ابدی کا باعث ہوا۔ کیا کوئی مسلمان ایمان کی
راہ سے یہ کہہ سکتا ہے کہ نجات و مسرت ابدی سے زیادہ کوئی نعمت ہے ہرگز نہین پہر
جب کم درجہ کی فرحتون مین قیام جائز اور مسنون ہو تو اس اعلی درجہ کی فرحت مین قیام کی
کس قدر ضرورت ہوگی۔ اب اُن روایتون کو سنئے جن سے فرحت کے وقت قیام کا
مسنون ہونا ثابت ہے۔

فتح الباری مین شیخ الاسلام رہ نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے روز عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گئے
تھے اونکی بی بی نے انھین مسلمان کرکے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین
حاضر کین تو حضرت اونکو دیکھتے ہی بکمال خوشی سے کھڑے ہوگئے اسی قسم کی اور روایتین بھی
ذکر کین جن مین حضرت جعفر رض اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کے قدوم کے وقت اور حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھکر قیام کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکور ہے۔

بخاری شریف مین یہ روایت ہے ابصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم نساءً
وصبیانا مقبلین من عرس فقام ممتنا فقال اللھم انتم من احب الناس الیّ
یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند عورتون اور لڑکون کو دیکھا کہ کسی کے نکاح سے
چلے آرہے ہین فوراً کھڑے ہوگئے اور فرمایا خدا جانتا ہے تم لوگ سب سے زیادہ میرے
محبوب ہو۔ شیخ الاسلام رہ نے قام ممتنا کی شرح مین لکھا ہے کہ قام الیھم مسرعاً مشتدا
فی ذلک فرحا بھم یعنے کمال فرحت کی وجہ سے نہایت جلدی سے کھڑے ہوگئے
اس روایت سے ظاہر ہے کہ یہ قیام معانقہ وغیرہ کے لئے نہین تھا۔ اسلئے کہ عورتون اور
لڑکون سے معانقہ درست نہین بلکہ مقصود اوس سے صرف اظہار فرحت تہا۔ اس سے
یہ بھی ثابت ہوگیا کہ قدوم احباب کے وقت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرمایا کرتے
تھے اسکی وجہ بھی اظہار فرحت ہی ہوا کرتی تھی تو اب مسلمانون کو چاہئے کہ جس وقت میلاد
شریف سنین اور اوس مین سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عالم مین تشریف فرما ہونا پیش نظر
ہوجائے جو اعلی درجہ کی فرحت کا باعث ہے تو اوسوقت ان احادیث کو اپنا پیشوا اور
مقتدا بناکر خوشی سے کھڑے ہوجایا کرین اور بدعت اور تشبہ فی العبادت وغیرہ شبہات کو

ان روایات سے دفع کر دیا کرین - یہی امور گویا محفل میلاد کے ذاتیات ہین اور آپ نے دیکھ لیا
کہ وہ فرادیٰ فرادیٰ مسنون یا مستحب تو ضرور ہین - رہے امور خارجیہ جیسے عورتون کا مولود شریف
ایسے طور پر پڑھنا کہ اجنبی لوگ اونکی آوازین سنین یا نشہ کی حالت مین پڑھنا - یا اور کسی قسم کی
بے ادبی پڑھنے کے وقت کرلی جو شرعاً ممنوع ہو وہ ضرور اس قابل ہین کہ موقوف کر دیے
جائین جیسے کل عبادات مین یہی حکم ہے - مثلاً نماز لوگون کے بتلانے کی غرض سے
پڑھنی جس سے احتراز کی ضرورت ہے مگر ایسے امور سے نماز یا مولود شریف کے جواز مین
کلام نہین ہو سکتا - رہی ہیئات اجتماعی امور مذکورہ کی سو اوسکا بھی جواز بلکہ استحباب بتصریح
علماء ثابت ہو گیا اور قطع نظر اوسکے اس قسم کے بدعتون کی ایجاد کی شرعاً اجازت ہے
جیسا کہ حدیث صحیح من سن سنۃ حسنۃ الحدیث سے ظاہر ہے جسکا مطلب یہہ ہے کہ جو شخص
کوئی اچھا کام ایجاد کرے اوسکو ثواب اوسکا اور اوسپر عمل کرنے والونکا ملیگا - اور جو برا کام
ایجاد کرے اوسکا اور اوسپر عمل کرنے والونکا گناہ اوسپر ہوگا -
دیکھئے قرون ثلثہ کی یا اور کسی بات کی تخصیص نہین بلکہ عام ارشاد ہے کہ جو کوئی اچھا طریقہ
ایجاد کرے اگر اسکی تخصیص قرون ثلثہ کی ساتھ کر دے جائے تو بدعتیون کو بڑی دلیل
ہاتھ لگیگی وہ یہہ کہین گے کہ جس طرح اچھے کامون کی وہی ایجاد باعث ثواب ہے جو قرون
ثلثہ مین ہو اسیطرح برے کامون کی بھی وہی ایجاد باعث عذاب ہوگی جو قرون ثلثہ مین ہو
اسلئے کہ بدلیل مقابلہ دونون شقون مین تعمیم یا تخصیص ایک ہی قسم کی معتبر ہوگی اور اوس
صورت مین مطلب حدیث شریف یہہ ہوگا کہ جتنے برے کام قرون ثلثہ کے بعد ایجاد کئے
جائین وہ قابل مواخذہ نہین حالانکہ یہہ غلط ہے اس سے ثابت ہے کہ برے کامون کی ایجاد
جسطرح ہر زمانہ مین مذموم ہے اچھے کامون کی ایجاد بھی ہر زمانہ مین محمود ہے - الحاصل اگر
مولود شریف بدعت بھی ہو تو بدعت حسنہ ہے جسکی اجازت شریعت مین وارد ہے - زرقانی
شرح مواہب اللدنیہ مین لکھا ہے کہ تاج فاکہانی نے مولود شریف کو بدعت مذمومہ لکھا ہے
مگر امام سیوطی نے اونکے استدلال اور تقریر کو ہر فاحر فارد کیا جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء -

ہمین یقین ہے کہ ہمارے بعض ہمعاصرین اس رسالہ کی چند حدیثون کو روایت کے نقص مین کچھ تنقیح ضرور نکالینگے مگر چونکہ اس مین ہمارے ہم مشربون کی طرف ہمارا روئے سخن ہے اسلئے اونکے شبہات کی طرف توجہ نہین کی گئی۔ اسپر بھی اگر شوق ہو تو ہمنے کتاب العقل اور حقیقۃ الفقہ اور افادۃ الافہام وغیرہ مین بحث درایت تفصیل سے لکھی ہے اون مین ملاحظہ فرمائین امید ہے کہ اہل انصاف کو اوس سے تسکین ہوجائیگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

امابعد اضعف العباد محمد انوار اللہ عفی عنہ اہل اسلام کی خدمت مین عرض کرتا ہے کہ مسئلہ ایمان ایک مہتم بالشان مسئلہ ہے جسکے معلوم کرنے کی ضرورت ہر ایماندار کو ہے بعض لوگ ایسے بھی ہین کہ رسمی ایمان کو حقیقی ایمان سمجھ لیتے ہین چنانچہ چند بدوون نے دعوے سے کہا تھا کہ ہم ایمان لائے۔ مگر خود اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما دیا کہ اونسے کہدو کہ تم ایمان نہین لائے اور ہنوز دل مین تمھارے ایمان نہین داخل ہوا یہ کہو کہ ہم منقاد و فرمان بردار ہوگئے ہین۔ جیسا کہ اس آیۂ شریفہ مین ہے۔ قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم اور دوسری آیت مین ارشاد ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزّل علی رسولہ والکتاب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر فقد ضل ضلالا مبینا۔ اے مسلمانو اللہ پر ایمان لاؤ اور اوس کے رسول پر اور اوس کتاب پر جو اوس نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور اون کتابون پر جو پہلے اتارین اور جو شخص اللہ کا منکر ہوا اور اوس کے فرشتون کا اور اوسکی کتابون کا اور اوس کے رسولون کا اور روز آخرت کا تو بڑی دور بہک گیا۔ کوئی بات تو ہوگی

جو حق تعالی اہل ایمان کو مخاطب کر کے ایمان لانے کا حکم فرماتا ہے حالانکہ ظاہر ہے کہ جو خود
ایماندار ہوں اُن کا ایمان لانا تحصیل حاصل ہے جو محال ہے۔ اس بات پر ہر شخص کا وجدان گواہی
دیگا کہ آدمی جب کوئی خبر سنتا ہے تو اوس کے دل مین ایک قسم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ جو
اوس خبر کے صدق سے متعلق ہے۔ ہر چند مدارج اوس کے بے انتہا ہو سکتے ہین۔ مگر علما نے
اوس کے چار درجے قرار دیئے ہین۔ وہم۔ شک۔ ظن اور یقین۔ پہلا درجہ وہم ہے جسمین اوس
خبر کے صدق کا احتمال مرجوح اور عدم صدق کا احتمال راجح ہو۔ مثلاً اخبارون مین جب یہ خبر
شائع ہوئی کہ سوائے تار برقی کے ایک آلہ ایسا ایجاد ہوا ہے۔ کہ اوس کے ذریعہ سے بغیر تعلق
تار وغیرہ کے دور دور کی خبرین معلوم ہوتی ہین۔ اگرچہ اس لحاظ سے کہ آج کل اقسام کے
ایجادین ہو رہی ہین اس خبر کے صدق کا احتمال تو ہو گیا مگر اس لحاظ سے (کہ بغیر تعلق
کے دور دور کی خبرین معلوم ہونا خلاف عقل ہے) ظن غالب اور احتمال راجح یہی تھا کہ
جھوٹ ہوگی۔ غرضکہ اس مثال مین صدق کی جانب مرجوح اور عدم صدق کیجانب راجح
ہے اس لئے کہا جائیگا کہ یہان صدق کا وہم اور عدم صدق کا ظن ہے۔ اور اگر دونون
جانب برابر ہو جائین۔ مثلاً دو چار آدمی کہدین کہ ہم نے بچشم خود وہ آلہ دیکھا ہے اور
اوس کے ذریعہ سے خبرین دریافت کی ہین اور وہ خبرین صحیح ثابت ہوئین جس سے
صدق کی جانب کو قوت ہو جائے مگر نہ اسقدر کہ احتمال کذب پر اوس کا غلبہ ہو بلکہ دونو
احتمال برابر ہون تو اوس کو شک اور تردد کہتے ہین۔ پھر اگر اور چند لوگ گواہی دین جسکی
وجہ سے صدق کا احتمال غالب اور کذب کا احتمال مغلوب ہو جائے تو کہا جائیگا
کہ اوس خبر کے صدق کا ظن اور کذب کا وہم ہے۔ پھر اگر اوس خبر کی صحت پر اتنے گواہ
پہونچین کہ اونکی تکذیب نہو سکے اور احتمال کذب بالکل باقی نہ رہے تو اوسکو یقین کہینگے
اس سے ظاہر ہے کہ یقین اوس کیفیت قلبی کا نام ہے کہ جس مین کسی قسم کا تردد نہو مثلاً
اگر کوئی کہے کہ آفتاب روشن ہے۔ تو ہمارے وجدان مین ایک ایسی کیفیت پائی جائیگی
جو اوس خبر کی جانب مقابل یعنے روشن نہونیکا خیال بھی نہ آئیگا۔ اور اگر اس قسم کے
کیفیت پیدا نہو تو اوسکو یقین نہ کہین گے۔

ان چارون کیفیتون پر جو آثار مرتب ہوا کرتے ہین اونکے مدارج مختلف ہین - مثلاً کسی مسافر کو
جنگل مین ایک شخص کہدے - کہ اس راہ مین شیر ہے اور کہنے والا معمولی آدمی ہو تو
اوس سے صرف وہم پیدا ہوگا جسکے اثر سے ابتدائی درجہ کا خوف پیدا ہوگا - جو اس خبر کے
سننے سے پہلے نتہا - پھر اگر کسی قرینہ یا دوسرے شخص کے خبر دینے سے اوس احتمال
مین قوت پیدا ہوا ور شک کی نوبت پہونچ جائے تو خوف بہ نسبت سابق کے زیادہ ہوگا
اور کسیقدر احتیاط کی ضرورت معلوم ہوگی پھر اگر دوسرے قرائن یا اخبار سے ظن غالب
ہوجائے تو بہ نسبت سابق کے خوف اور زیادہ ہوگا اور مزید احتیاط کی ضرورت داعی ہوگی
اور جب متواتر خبرون اور مختلف قرائن سے یقین ہوجائے کہ بیشک شیر اوس راہ مین
موجود ہے تو انتہائے درجہ کا خوف طاری ہوگا - یہان تک اوس راستہ ہی کو چھوڑ دیگا
اور اگر اپنی شجاعت پر پورا بھروسا ہو تو ایسے ہتھیار ساتھ لیگا کہ جن سے کامیابی کا یقین ہو
غرضکہ کیفیات قلبیہ وجدانی امور ہین ہر شخص اپنے وجدان سے اونکا فیصلہ کرسکتا ہے
کہ کس قسم کی کیفیت کا وجود ہے - جسپر آثار جو ہر کیفیت کے جداجدا ہوتے ہین بمنزلہ
گواہ ہونگے مقصود اس تقریر سے یہ ہے کہ جو خبرین قرآن اور احادیث مین وارد ہین
خواہ خدا کی ذات وصفات سے متعلق ہون یا فرشتون اور امم سابقہ اور ہمارے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے - اور واقعات آئندہ وغیرہ سے مسلمان کو چاہئے کہ اون سب
پر ایمان لائے اور غور کرے کہ چوتھے درجہ کی کیفیت یعنے یقین کا وجدان ہے یا نہین
اگر ہو تو شکر آلہی بجالائے - مگر اوس کے ساتھ یہ بھی دیکھ لے کہ اوس یقین کے آثار
ولوازم بھی پائے جاتے ہین یا نہین مثلاً جب اوس کا یقین ہو کہ خدائے تعالے
علیم او سمیع وبصیر ہے تو اوس کا اثر یہ ہونا چاہئے کہ خدائے تعالے کے خلاف مرضی
کوئی کام نکرے - کیونکہ اوس یقین کا لازمہ یہ ہے کہ خوف آلہی پیدا ہو پھر مقتضائے اوس
خوف کا یہ ہے کہ اگر کوئی گناہ غفلت سے صادر ہوجائے تو دل مین ندامت پیدا ہو
اور بصدق دل توبہ کرے - اگر اس قسم کے آثار پیدا نہون تو اس لحاظ سے کہ اذا ثبت
الشئی ثبت بلوازمہ اور بحسب قاعدہ معقول انتفائے لازم سے انتفائے ملزوم

سمجھا جاتا ہے۔ اوس یقین مین کم ہوگا۔
اب ایمان کے معنی سنئے کہ علمائے رح نے کیا لکھا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ لفظ ایمان امن سے
ماخوذ ہے جسکے معنی باب افعال مین لے جانے سے امن دینے کے ہوئے۔ چنانچہ
حق تعالی فرماتا ہے وآمنہم من خوف۔ یعنے اونکو خوف سے امن دیا۔ لسان العرب
مین لکہا ہے کہ آمنتُ فانا آمن وآمنتُ غیری من الامن والامان اور نیز لفظ
ایمان تصدیق کے معنی مین ہے۔ چنانچہ حق تعالی کا نام مبارک مومن ہے اس کی وجہ
بعضون نے لکھی ہے۔ کہ قیامت کے روز اہل ایمان کو امن دیگا اور بعضون کا قول
ہے کہ اونکی تصدیق فرماوے گا۔ انتہی ملخصاً۔ بیضاوی شریف مین ہے کہ ایمان لغت مین
تصدیق کو کہتے ہین۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام کے بہائیون نے اپنے والد سے کہا تھا
وما انت بمؤمن لنا ولو کنا صادقین یعنے آپ ہماری تصدیق نہ کروگے اگرچہ ہم
صادق ہون۔ دراصل ایمان بمعنی تصدیق بھی امن ہی سے ماخوذ ہے۔ اس لئے کہ باب
افعال مین لیجانے سے اوس کے معنی امن دینے کے ہوئے۔ اور ظاہر ہے کہ جو کوئی
کسی کی تصدیق کرتا ہے گویا اوسکو تکذیب اور مخالفت سے امن دیتا ہے اور بیفکر کردیتا
ہے۔ کذا فی الکشاف وغیرہ۔ چونکہ تصدیق ملزوم اور امن دینا لازم ہے۔ اس وجہ سے
لفظ ایمان کا استعمال تصدیق کے معنے مین مجاز ہوگا از قسم ذکر لازم وارادہ ملزوم لیکن
اس صورت مین چاہئے تھا کہ متعدی بنفسہ ہوتا اور آمنتہ کہا جاتا حالانکہ حرف با کے ساتھ
وہ متعدی ہوا کرتا ہے۔ اور آمنت بہ کہا جاتا ہے۔ اسکی وجہ بیضاوی شریف وغیرہ مین
یہ لکھی ہے۔ کہ معنے اعتراف واقرار کی یہان تضمین ہے اسلئے کہ جب کسی چیز کی تصدیق
کی جاتی ہے تو اوس کا اعتراف اور اقرار بھی ہوجاتا ہے۔ اس صورت مین آمنت باللہ
کے معنے یہ ہوئے کہ مین اللہ تعالے کے وجود کی تصدیق اور اعتراف کرتا ہون اس صلہ
یعنے حرف با کے التزام سے یہ اہتمام مقصود ہے کہ مومن بہ کی تصدیق قلبی کے ساتھ
اعتراف لسانی بھی ہو۔ علامہ شبرملانی رح نے مراقی العلامین اور کمال ابن ابی الشریف
نے مسامرہ شرح مسایرہ مین لکھا ہے۔ کہ امن با کے ساتھ متعدی ہو تو اعتراف اقرار

کی تضمین ہوگی۔ جیسے آمن الرسول بما انزل الیہ اور لام کے ساتھ متعدی ہو تو
اذعان وقبول کی تضمین ہوگی۔ کما قال تعالیٰ وآمن لہ لوط۔ شرح مقاصد مین لکہا
لکہا ہے۔ کہ ایمان کے معنے کا ماحصل صادق سمجہنا اور اوس چیز کا اعتراف کرنا ہے جسکی
تصدیق کی جاتی ہے اور صادق متکلم کو بہی کہتے ہین۔ اور کلام کو بہی۔ اسلئے ہر چیز کی
تصدیق مختلف اعتبارات سے ہوگی۔ مثلاً آمنت باللہ کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ
ایک ہے اور اون صفات کے ساتھ متصف ہے۔ جو اوس کے لائق ہین۔ اور
آمنت بالرسول کا یہ مطلب ہے۔ کہ وہ اللہ کے بہیجے ہوے ہین۔ اور جو کچہ
لائے ہین اوس مین وہ صادق ہین۔ اور آمنت بالملائکتہ کا یہ مطلب ہے کہ وہ
اللہ تعالیٰ کے بندے اور گناہون سے معصوم ہین اور آمنت بکتبہٖ کا مطلب
یہ ہے کہ وہ اللہ کے سچے کلام ہین جو پیغمبرون پر نازل ہوئے ہین۔ اور آمنت
بالیوم الآخر کا یہ مطلب ہے کہ وہ دن ضرور آنے والا ہے۔ اور اوس مین حساب
کتاب اور جزا و سزا ضرور ہوگی۔ اور آمنت بالقدر کا یہ مطلب ہے کہ خیر و شر سب
تقدیر اور مشیت سے ہے۔ انتہی ملخصاً علامہ تفتازانی رح نے تہذیب الکلام
مین لکہا ہے کہ ایمان لغت مین بمعنی تصدیق واذعان وقبول ہے جسکو فارسی مین
گرویدن کہتے ہین انتہی ملخصاً۔ اذعان کے معنی گردن نہادن ہین چونکہ ایمان کے
معنی مین اذعان معتبر ہے اس سے لازم ہوگیا کہ جس چیز پر ایمان لایا جائے اوس سے ذرا بہی
انحراف ہو تو ایمان کا مضمون صادق نہ آئیگا غرضکہ جو مسائل نصوص قطعیہ سے ثابت ہین
اونمین یقین کی ضرورت ہے اسی وجہ سے معمولی ایمان والون کو حکم ہوا کہ ایمان لائین یعنی ایسا یقین کرین کہ
اوسپر آثار مترتب ہون کما قال تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ
والکتاب الذی نزل علی رسولہ الآیۃ۔ یہان یہ بات بہی معلوم کرنیکے
لائق ہے کہ ایمان کا ضد اور مقابل کفر ہے اور جسطرح ایمان کا صلہ با کے ساتہہ آتا ہے
کفر کا صلہ بہی با کے ساتہہ آتا ہے اور جسطرح متعلق ایمان جو مدخول با ہے بحسب مناسبت
مقام مختلف ہوتا ہے متعلق کفر بہی مختلف ہوتا ہے مثلاً کفر باللہ کا مطلب یہ ہے کہ

اوس سے لئے اللہ تعالی کی توحید کو یا اوس کے صفات کو نہ مانا اور کفر بالرسول کا یہ مطلب ہے کہ اونکو خدا کے بھیجے ہوے نہ سمجھا یا اونکی رسالت یا اوس چیز کو نہ مانا جو اللہ کے طرف سے پہونچا ہے ہین علی ہذا القیاس کفر بالاحکام کا یہ مطلب ہے کہ اونکو من جانب اللہ اور مامور بہا نہ سمجھا۔ مگر اس مقام مین ایک اشکال ہے وہ یہ ہے کہ حق تعالی فرماتا ہے۔ ومن یکفر بالایمان فقط حبط عملہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین ترجمہ اور جو کوئی منکر ہوا ایمان سے اوس کے اعمال ضائع ہوے اور وہ آخرت مین نقصان پانے والون مین ہے "اس آیۂ شریفہ مین مدخول بالایمان ہے جس کے معنی یہ ہوے کہ کفر بالایمان باعث حبط اعمال ہے اور وہ درست نہین اس لئے کہ اگر کفر بالایمان حرام ہو تو ایمان بالایمان واجب اور باعث نجات ہوگا حالانکہ ایمان پر ایمان لانا کوئی بات نہین جیسا کہ امام رازی رح نے تفسیر کبیر مین لکھا ہے۔ قولہ ومن کفر بالایمان فیہ اشکال وھو ان الکفر انما یعقل باللہ ورسولہ فاما الکفر بالایمان فھو محال فلھذا السبب اختلف المفسرون علی وجوہ یعنے کفر باللہ وبالرسول تو سمجھ مین آتا ہے لیکن کفر بالایمان محال ہے اسیوجہ سے مفسرین نے اسکے معنے مین اختلاف کیا ہے۔ پھر امام رح نے مفسرون کے تین قول بیان کئے جو تینون قول مین ایمان کے مجازی معنے لئے گئے ہین غرض ہر بات وہی ہے جو امام رح نے لکھی ہے مگر ایک توجیہ ایسی بھی ہو سکتی ہے جس مین ایمان کے معنی مجازی لینے کی ضرورت نہین ہوتی وہ یہ ہے کہ نفس ایمان پر بھی ایمان لانیکی ضرورت ہے اور اوس کا مطلب یہ ہوگا کہ یقین کرے کہ خدا اور رسول اور جمیع احکام وغیرہ پر ایمان لانا مامور بہ ہے کیونکہ ابھی معلوم ہوا کہ متعلق ایمان کے معنے مناسبت اور ضرورت لئے جاتے ہین اوسکی مثال بعینہ ایسی ہے جیسے نماز پر ایمان لانے کی ضرورت کہ وہ مامور بہ ہے جس کو خداے تعالی نے فرض کیا ہے۔ اس ایمان کے وقت یہ نہین کہ خارج مین کوئی ایسی چیز ہو جسکو نماز کہین بلکہ یہ کافی ہے کہ ذہن مین اون حرکات وسکنات کا مجموعہ ہے جن پر نماز صادق آتی ہے اور یہ تصدیق کیجائے کہ یہ مامور بہا

یعنے خداے تعالی نے اوقات مخصوصہ مین ایسے حرکات وسکنات کے بجالانے کا حکم فرمایا ہے اسیطرح ایمان مین جن جن چیزون کی ضرورت ہے مثلاً اذعان وتصدیق وغیرہ جن کا حال انشاء اللہ تعالی ابھی معلوم ہوگا اون سب کے مجموعہ کا تصور کرکے یقین کیا جائے کہ وہ مامور بہ ہے اوس مجموعہ مین کل تفصیلی تصدیقات اور اونکے متعلقات کا اجمالی طور پر تصور ہوگا کہ جن چیزون کی خبر خداے تعالے نے دی ہے یا حکم فرمایا ہے خواہ وہ مطابق عقل ہون یا نہون سب کی تصدیق ضروری ہے پھر اوس مجموعہ مین تصدیق کا بھی تصور ہوگا کہ وہ معمولی تصدیق نہین بلکہ ایسی ہونی چاہئے کہ شک وشبہ کا اوس مین دخل ہی نہو غرض کہ تفصیلی تصدیقون مین جو امور ضروری ہین وہ سب اس مجموعہ تصوری مین داخل ہون اور اوسپر یہ حکم لگایا جائے کہ اس قسم کا ایمان مامور بہ ہے۔ بخلاف اس کے اگر کہا جاے کہ خداے تعالے کا پورا کلام ماننے کی ضرورت نہین صرف عقل کے مطابق جسقدر ہو وہ مان لیا جائے اور خلاف عقل باتین جیسے ابابیل کا ایک لشکر کو ہلاک کرنا اور موسی علیہ السلام کے لئے دریا کا شق ہوجانا وغیرہ۔ خوارق عادات جو قرآن شریف مین مذکور ہین اونکے ماننے کی ضرورت نہین جیسا کہ فی زماننا بعضے لوگ کہا کرتے ہین سو یہی کفر بالایمان ہے جسکی وعید اس آیۂ شریفہ سے معلوم ہوتی ہے۔ ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ ایمان کو مومن بہ قرار دینے کی ضرورت اس وجہ سے ہوی کہ وہ مامور بہ ہے۔ کما قال اللہ تعالی قل یا ایھا الکتاب آمنوا و یا ایھا الذین آمنوا آمنوا وغیرہ اس سے ثابت ہے کہ ایمان مامور بہ ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس چیز کا حکم خداے تعالے نے کیا ہو اوسپر ایمان لانے کی ضرورت ہے۔ دیکھ لیجئے نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ احکام پر جب تک یہ ایمان نہو کہ وہ احکام الٰہی ہین اور اونپر عمل کرنے کی ضرورت ہے تو ایمان ہی کیا ہوا۔ الحاصل پہلے مجملاً یہ ایمان لانا اور یقین کرنا فرض ہے کہ کل قرآن پر ایمان لانے کا ہمین حکم ہے خواہ وہ موافق عقل ہو یا مخالف اور اگر اوسکا انکار ہو تو ومن یکفر بالایمان صادق آجائے گا۔ ھذا ما سنح لی واللہ اعلم بالصواب۔

مصداق ایمان

یہ تو ایمان کے معنے تھے اب اوسکے مصداق کا حال بھی معلوم کر لیجئے۔ عمدۃ القاری۔
شرح بخاری مین علامہ عینی رحہ نے اور تفسیر کبیر مین امام فخر الدین رحہ نے لکہا ہے کہ اہل
قبیلہ ایمان سکے مسئلہ مین چار فرقے ہو گئے ہین ایک فرقہ کا قول ہے کہ ایمان صرف فعل
قلبی کا نام ہے۔ پھر اس مین بھی دو مذہب ہین ایک مذہب محققین جسکو امام اشعری
اور اکثر آئمہ نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالے کے طرف سے
لائے ہین جسکا علم بالضرورۃ ہو گیا ہے اوس کی تصدیق جازم کا نام ایمان ہے خواہ دلیل
سے وہ تصدیق حاصل ہو یا بغیر دلیل۔ علم ضروری کی قید اس غرض سے لگائی گئی کہ جو
اجتہادی مسائل ہین۔ مثلاً یہ مسئلہ کہ خدائے تعالے بذاتہ عالم ہے یا بالعلم سو ایسے مسائل
مسمائے ایمان مین داخل نہین البتہ اس امر کی تصدیق ضروری ہے کہ خدائے تعالی
ہر چیز کو جانتا ہے کیونکہ اس کا ذکر صراحتاً قرآن وحدیث مین وارد ہے اور تصدیق
جازم کی قید اس غرض سے لگائی گئی کہ تصدیق ظنی ایمان مین کافی نہین ہو سکتی بلکہ
یقین کامل ہونا چاہئے کہ جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہین اوس مین ذرا بھی شک
نہو۔ دوسرا مذہب یہ ہے کہ ایمان صرف معرفت قلبی کا نام ہے اوس مین اقرار
کی ضرورت نہین۔ یہانتک کہ بعد معرفت الہی اگر کوئی شخص زبان سے انکار بھی کرے
اور قبل انکار مر جائے وہ بھی کامل الایمان ہے یہ قول جہیم بن صفوان کا ہے۔
دوسرے فرقہ کا قول ہے کہ ایمان عمل زبان کا نام ہے اس مین بھی دو مذہب ہین
غیلان دمشقی اور فضیل رقاشی کا مذہب یہ ہے کہ اقرار زبانی کے ساتھ معرفت قلبی
شرط ہے اور کرامیہ کہتے ہین کہ اوس کی ضرورت نہین مگر منافق کی نسبت اونکا قول
ہے کہ وہ باعتبار ظاہر کے مومن اور باطن مین کافر ہے اسلئے دنیا مین مومنون کے
احکام اوسپر جاری ہونگے اور آخرت مین کافرون کے
تیسرے فرقہ کا قول ہے کہ ایمان عمل قلب ولسان کے مجموعہ کا نام ہے پھر اسمین
یہ اختلاف ہے کہ امام ابو حنیفہ رحہ اور عامہ فقہا اور بعض متکلمین کہتے ہین کہ ایمان اقرار
اور معرفت کی توجیہ اکثر نے یہ کی ہے اور وہی اصح ہے کہ وہ اعتقاد جازم ہے خواہ

تقلیدی ہو یا دلائل سے حاصل ہو اور بعضون کا قول ہے کہ معرفت معتبر ہے جو دلائل سے حاصل ہو اس قول پر مقلد کا ایمان صحیح نہین ہو سکتا۔

اور اقرار لسانی جو ایمان مین معتبر ہے اوسکی ضرورت ایمان استدلالی مین ہے ورنہ فیما بینہ وبین اللہ تصدیق کافی ہے۔ اور بشر مریسی اور ابو الحسن اشعری رح کا قول ہے وہ تصدیق بالقلب و باللسان ہے اور ایک جماعت صوفیہ کا قول ہے کہ وہ اقرار لسان اور اخلاص بالقلب ہے۔ پھر بعضون نے اقرار باللسان کو شرط قرار دیا ہے یعنے اصل ایمان سے وہ خارج ہے اسی وجہ سے جو شخص ما جاء بہ النبی صلی اللہ کی تصدیق کرے فیما بینہ وبین اللہ مومن ہے اگرچہ زبان سے اقرار نکرے۔ اور حافظ الدین نسفی رح اور ابو منصور ماتریدی رح کا قول ہے جسکی طرف اشعری رح کا بھی میلان ہے کہ وہ رکن زاید ہے اسی وجہ سے حالت اکراہ اور عجز مین اقرار زبانی ساقط ہو جاتا ہے۔

چوتھے فرقہ کا قول ہے کہ ایمان فعل قلب ولسان وجوارح ہے یعنے دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار اور جوارح سے اطاعت آلہی کا کام لینا اس مجموع کا نام ایمان ہے۔ اصحاب حدیث اور امام مالک رح اور امام شافعی رح اور امام احمد اور اوزاعی رحمہم اللہ اسی کے قائل ہین۔ اور معتزلہ اور خوارج اور زیدیہ کا بھی قول ہے پھر اصحاب حدیث نے فعل قلب وجوارح مین اختلاف کیا ہے۔ عبد اللہ ابن سعید کہتے ہین کہ فعل قلب معرفت آلہی ہے اور وہ ایمان کامل ہے اور اوس کے بعد اطاعت علٰحدہ ایمان ہے اور جحود اور انکار قلب کفر ہے پھر ہر معصیت علٰحدہ کفر ہے لیکن جب تک معرفت اور اقرار نہو کوئی اطاعت ایمان نہین ہو سکتی اور جب تک جحود و انکار نہو کوئی معصیت کفر نہین اسلئے اصل طاعت ایمان ہے اور اصل معاصی کفر ہے اور فروع کا وجود بغیر اصل کے نہین ہو سکتا۔ بعضے کہتے ہین کہ ایمان تمام طاعت کا نام ہے خواہ فرائض ہون خواہ نوافل اور وہ سب ملکر ایک ایمان ہے مگر جو شخص کوئی فرض چھوڑ دے تو اوسکا ایمان ناقص ہوگا اور نوافل کے چھوڑنے سے

نقص ہوگا اور بعضے کہتے ہین کہ ایمان صرف ادائے فرائض کا نام ہے ۔
پھر معتزلہ کے اقوال مختلف ہین واصل ابن عطا اور ابو ہذیل اور قاضی عبد الجبار کا قول
ہے کہ ایمان ہر طاعت کی ادائی کا نام ہے خواہ واجب ہو یا مستحب اور خواہ از قسم
اعتقادات ہو یا اقوال و افعال ۔ اور ابو علی جبائی اور ابو ہاشم کا قول ہے کہ وہ فقط
ادائی واجبات کا نام ہے اور نظام کا قول ہے کہ جس گناہ کے باب مین وعید وارد ہے
اوس سے اجتناب کرنے کا نام ایمان ہے اور اوسکے بعض اصحاب کا قول ہے کہ
ایمان کی شرط ہر کبیرہ سے بچنا ہے ۔ اور خوارج کا اتفاق اس بات پر ہے کہ ایمان
ان امور کے مجموعہ کا نام ہے کہ اللہ تعالی کی اور اون چیزون کی معرفت حاصل ہو جن پر
دلیل عقلی یا نقلی قایم ہے اور اطاعت الٰہی اون امور مین جن کے کرنے یا نہ کرنے کا
حکم وارد ہے خواہ چھوٹے ہون یا بڑے مذہب خوارج معتزلہ کے مذہب سے
قریب قریب ہے اور اون دونون کے قریب مذہب سلف و اہل حدیث ہے
جنکے نزدیک تصدیق بالجنان و اقرار باللسان و عمل بالارکان کے مجموعہ کا نام ایمان ہے
مگر فرق یہہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی طاعت کو ترک کرے خواہ افعال سے ہو یا اقوال
سے معتزلہ کے نزدیک وہ ایمان سے خارج ہوتا ہے لیکن کفر مین داخل نہین ہوتا بلکہ دونون
کے بین بین رہتا ہے جس کو وہ منزلة بین المنزلتین کہتے ہین ۔ اور خوارج کہتے ہین کہ طاعت کے
چھوڑتے ہی آدمی کفر مین داخل ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ ایک طاعت کا بھی ترک اونکے
نزدیک کفر ہے اور سلف کے نزدیک وہ ایمان سے خارج نہین ہوتا امام شافعی رح سے
منقول ہے کہ ایمان تصدیق اور اقرار اور عمل کا نام ہے مگر مدارج مختلف ہین جو تصدیق
نہ کرے وہ منافق ہے اور جو اقرار نکرے وہ کافر ہے اور جو عمل نکرے وہ فاسق ہے اگرچہ
دوزخ مین جائیگا مگر ہمیشہ اوس مین نرہے گا ۔
آپنے دیکھہ لیا کہ اہل اسلام کے جتنے فرقے ہین سب کے نزدیک یہہ مسلم ہے کہ جن چیزون
پر ایمان لانیکا حکم قرآن اور حدیث سے ثابت ہے مثلاً خدائے تعالی کی ذات صفات
اور وجود ملائکہ اور رسالت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیا علیہم السلام اور قیامت

اور جزا و سزا اور مسئلہ تقدیر جنکی تفصیل صفت ایمان مین ہو چکی ہے ان سب امور کی تصدیق کی ضرورت ہے
اُس تصدیق ہی کو کچھ کم فہم ہوا اور بعضون نے تو معرفت کی ہی ضرورت بتلائی جسکا مرتبہ تصدیق سے بھی
زیادہ ہے۔ البتہ بعضون نے ایمان کو عمل زبان کہا ہے مگر اون کے نزدیک بہی تصدیق
قلبی شرط ہے اور کرامیہ گو اوسکی ضرورت نہین سمجھے اور صرف اقرار لسانی کو ایمان کہتے ہین
مگر اونکا بھی یہی مطلب ہے کہ بغیر تصدیق قلبی کے اخروی نجات حاصل نہین ہو سکتی
اگرچہ دنیا مین لوگ زبانی اقرار کرنیوالے کو مومن سمجھہ لین گے۔ اور معتزلہ نے تو ایمان کے
مسئلہ مین نہایت ہی تشدد کیا ہے کہ علاوہ تصدیق و اقرار کے عمل کو اصل ایمان ہی مین
داخل کر دیا چنانچہ جو شخص نماز روزہ وغیرہ امور شرعیہ کو ادا نہ کرے اوسکو وہ ایمان ہی سے
خارج کر دیتے ہین۔ اور جہمیہ نے اسقدر تشدد کیا کہ ایمان معرفت کا نام رکھا جو کبھی
زائل نہو سکے اسی وجہ سے وہ کہتے ہین کہ اگر کوئی بعد معرفت زبان سے اقرار نہ کرے
اور انکار ہی کرتا رہے تب بھی وہ کامل الایمان ہے اسلئے کہ معرفت ایسی قوی چیز ہے
کہ انکار سے زائل نہین ہو سکتی **کما فی الملل والنحل للشہرستانی الحاصل**
کل فرقہ اسلامیہ کے نزدیک مسلم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھہ احکام بیان فرمائے
ہین اونکی اور جزا و سزا کی خبر کی تصدیق ایمان مین معتبر ہے اور بغیر اسکے کسی فرقہ کے
نزدیک وہ ایمان جو باعث نجات اخروی ہو صادق نہین آسکتا۔ اب خیال کیا جائے
کہ تحصیل تصدیق مین کسقدر اہتمام کرنیکی ضرورت ہے۔ اور یہہ بات پوشیدہ نہین کہ جسکو
کامل اور جزمی تصدیق امور مذکورہ کی ہوگی وہ شخص خدا و رسول کی طاعت مین کسقدر
جان فشانی اور جان بازی کریگا۔ اسی کو دیکھہ لیجئے کہ جب کوئی مستقل بیدار مغز بادشاہ
شاہی احکام اپنے قلمرو مین نافذ کرتا ہے اور ہر ایک کام کے کرنے اور نکرنے پر
جزا و سزا مقرر کر کے ایک دستور العمل مرتب کرتا ہے تو اوسکی رعایا امتثال اوامر و اجتناب
نواہی مین کیسی سرگرم ہو جاتی ہین کہ اگرچہ کسی کام مین اونکا سراسر نقصان ہو اور اوسکے
کرنے یا ترک کرنے مین کتنی ہی مشقت ہو مگر خلاف حکم وہ کوئی کام نہین کر سکتے وجہ اسکی
کیا ہے وہی ایک تصدیق اور یقین ہے کہ اگر عدول حکمی کرین گے تو مستحق سزا ہونگے

اب اسی پر قیاس کیجیے کہ جسکو یقین ہو کہ احکام الہی کے نہ ماننے یا پابندی نکرنے مین
سزا ہوگی اور دوزخ مین جانا ہوگا جس مین اقسام کے عذاب ہین اور امتثال اوامر مین
استحقاق جنت ہے جس مین بے انتہا نعمتین ہین اور ابدالآباد وہ اس مین رہیگا
تو وہ کسقدر احکام الہی پابندی کریگا۔ اب یہان قابل توجہ یہہ بات ہے کہ جتنی پابندی
احکام شاہی کی کیجاتی ہے اگر احکام الہی کی اتنی ہی پابندی نہو تو کسطرح سمجھا جاے کہ
ابدی جزا وسزا کی تصدیق اور یقین کیا گیا ہے پہر اگر یقین ہی مین کلام ہو تو اہل ایمان
مین شامل ہونیکی کیا صورت اس لئے ہر مسلمان کو ضرور ہے کہ اپنی تصدیق اور ایمان
مین غور وفکر کیا کرے اور اسکو اس حد تک پہونچاے کہ جملہ احکام شرعیہ کی پابندی نفس پر
آسان ہوجائے کیونکہ جب یقین اس امر کا ہوجاے کہ نماز کو ترک کرنے سے آدمی
دوزخ کا مستحق ہوجاتا ہے تو دن رات مین پانچ نمازین ادا کرنا اوسکے مقابلہ مین کوئی مشکل بات
نہین۔ اسی طرح سال بہر مین ایک مہینے کے روزے رکہہ لینا اور سو روپیہ جمع ہون اور سال بہر
رہین تو ڈہائی روپیہ اوسکی زکواۃ ایک مشت یا بدفعات اپنے مفلس قرابتدارون یا فقرا
کو دینا۔ اور عمر بہر مین ایک بار حج کو جانا اون آفتون کے مقابل کونسی بڑی بات ہے
آج کل مذہب معتزلہ وقعت کی نظرون سے دیکہا جارہا ہے یہان تک کہ بعض لوگ
تو صاف کہدیتے ہین کہ ہم معتزلی ہین وجہ اوسکی یہی ہوگی کہ آج کل حکمت کا مذاق غالب ہے
اور معتزلہ نے حکما کو اکثر مسائل مین اپنا پیشرو بنا لیا تہا چنانچہ اکثر وہ انہین کے دلائل سے
مدد لیتے ہین مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اون حضرات کو معتزلہ کے مذہب سے بہی کوئی
تعلق نہین اسلئے کہ معتزلہ نے عمل کے باب مین یہانتک سختی کی ہے کہ نفس ایمان اوسی کو
قرار دیا ہے چنانچہ شرح مواقف مین اونکا قول نقل کیا ہے کہ ادائی واجبات دین ہے
اور دین اسلام ہے۔ اور اسلام ایمان ہے۔ جسکا نتیجہ یہہ نکلا کہ ادائی واجبات ایمان ہے
اور ان دعوون کے دلائل مین وہ آیات قرآنیہ پیش کرتے ہین چنانچہ ادائی واجبات کا
اسلام ہونا اس آیہ سے ثابت کرتے ہین **ویقیموا الصلوٰۃ ویوتوا الزکوٰۃ وذالک**
دین القیمہ اور قایم نماز اور دین زکوٰۃ اور یہ ہے راہ مضبوط لوگون کی یہہ سے ظاہر

کہ نماز ادا کرنا اور زکواۃ دینا ملت قیمہ یعنے مسلمانون کا دین ہے۔ اور دین کا اسلام ہونا اس ایہ شریفہ سے ثابت ہے ان الدین عند اللہ الاسلام اور اسلام کا ایمان ہونا اس آیت سے معلوم ہوتا ہے ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ یعنے جو شخص سوائے اسلام کے کوئی دین طلب کرے تو اوس سے وہ دین قبول نہ کیا جائیگا جس سے ظاہر ہے کہ غیر اسلام اگر ایمان ہو تو وہ قابل قبول نہین۔ اور اس آیت سے بھی ثابت کرتے ہین قولہ تعالیٰ فاخرجنا من کان فیھا من المومنین فما وجدنا فیھا غیر بیت من المسلمین یس نکالدیا ہم نے اوس بستی سے جتنے اوس مین ایمان والے تھے اور ہم نے مسلمانون کے ایک گہر کے سوا اوسمین کوئی ہی نہین" سیاق وسباق سے ظاہر ہے کہ مستثنے منہ بیتاً من المومنین ہے اور تقدیر یہہ ہوگی فما وجدنا فیھا بیتاً من المومنین الا بیتاً من المسلمین جس سے ظاہر ہے کہ مومنین وہی ہین جو مسلمین ہین۔ غرضکہ نماز روزہ حج زکواۃ وغیرہ اوامر کو بجالانے اور شراب خواری اور ربوا وغیرہ کبائر سے اجتناب کرنے مین اونہون نے حد سے زیادہ تشدد کیا ہے چنانچہ ابن حزم رح اور شہرستانی نے ملل اور نحل مین اونکا عقیدہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی عمر بہر عبادت کرے مگر کبھی ایک کبیرہ کا مرتکب ہو اکرتا ہو یا ایک نماز یا روزہ قصداً ترک کردے اور قبل توبہ مرجائے تو وہ قطعاً دوزخی ہے اور فرعون اور ابولہب کے ساتھ ہمیشہ دوزخ مین رہیگا پہر اگر خدائے تعالیٰ بھی اوسکو دوزخ سے نکالنا چاہے تو نہ نکال سکیگا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مین اسقدر اونکو اہتمام ہے کہ اگر کوئی شخص کہنے سننے سے نہ مانے تو تلوار سے اوسکو منانا چاہئے۔ دیکھئے دینی معاملات اور اعمال کی طرف کسقدر اونکی توجہ مبذول ہے۔ ہمارے معاصرین گو معتزلی ہونیکا دعویٰ کرتے ہین اور مذہب معتزلی کی تعریفین کرتے ہین اور عملی ثبوت بھی دیتے ہین کہ مختلف فیہ مسائل مین معتزلہ کے دلائل سے اہل سنت وجماعت کے مذہب کو رد کرتے ہین مگر اونکے عمل کی جانب نگاہ ڈالی جاتی ہے تو اوسکا نام تک نہین سنا جاتا پہر اونکو معتزلی کیونکر سمجھا جاسے اونکی توجہ سے یہہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ نہ وہ سنی ہین نہ معتزلی نہ شیعی نہ وغیرہ۔ صرف مسلمانون کی دل آزاری اور تفرقہ اندازی کی غرض سے

رد و قدح کا بکھیڑا اور جھگڑا لگا رکھا ہے۔ خیر حق تعالی ہمکو اور اونکو نیک توفیق عطا فرماوے
مقصد السبیل مین لکھا ہے کہ ایمان شرعی کی تعریف علماء نے یہہ کی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احکام پہونچائے ہین اور ضروری طور پر انکا علم ہوا ہے اونکی
تصدیق اس طور سے کیجائے کہ جو امور تفصیلاً معلوم ہوے ہین اونکی تصدیق تفصیلاً اور
جو اجمالاً معلوم ہوے اونکی تصدیق اجمالاً ہو خواہ وہ دلیل سے حاصل ہو یا بغیر دلیل کے
لیکن یہہ ضروری امر ہے کہ تصدیق جزئی ہو۔ تعریف مین جو قید لگائی گئی جو امور کہ ضروری طور
معلوم ہوے ہون اوسکا مطلب یہہ ہے کہ جو کچھہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکو
عوام الناس بھی سمجھہ سکتے ہین اور اونکے معلوم کرنے مین نظر و فکر کی ضرورت نہین جیسے
وحدانیت اور نبوت اور نماز و روزہ و حج و زکواۃ وغیرہ۔ بخلاف اون مسائل کے
جو اجتہاد سے معلوم ہوتے ہین اور تفصیلی امور سے مراد وہ امور ہین جنکا ذکر مفصلاً
ہوا ہے جیسے ملائکہ مین جبرئیل و میکائیل وغیرہ اور انبیا مین موسیٰ و عیسیٰ وغیرہم علیہم السلام
اور کتابون مین توراۃ انجیل وغیرہ اور اجمالی امور سے مراد وہ امور ہین جنکی تفصیل معلوم
نہو جیسے کل انبیاء اور کل کتب و ملائکہ اسمین اسیقدر ضرورت ہے کہ کہے ہم سب پر ایمان لائے۔
حاصل یہہ کہ جن چیزون کا وجود ظاہری طور پر اس طرح ثابت ہے کہ عوام الناس بھی سمجھہ لیتے ہین
جیسے فرشتون کا وجود کہ اونکا آسمانون سے اترنا اور چڑہنا وغیرہ امور قرآن شریف مین بیان
کئے گئے ہین جس سے ظاہر ہے کہ اونکا وجود مستقل ہے وہ ہمارے قوی نہین ہین
ایسے امور پر ایمان لانے کی ضرورت ہے اگر کوئی تاویلین کرکے کہے کہ فرشتے بھی ہمارے
قوی ہین انکے سوا کوئی چیز نہین تو سمجھا جائیگا کہ وہ قرآن پر ایمان نہین لایا۔

تصدیق

ایمان مین چونکہ تصدیق معتبر ہے اس لئے ضرور ہے کہ اوسکے بھی معنے سمجھہ لئے جائین۔
کشاف الاصطلاحات مین لکھا ہے کہ لغت مین تصدیق کے معنے یہہ ہین کہ کسی قائل کے
طرف صدق کی نسبت کیجائے خواہ وہ دل سے ہو یا زبان سے اور تصدیق و معرفت مین

یہہ فرق ہے کہ تصدیق ضد انکار ہے اور معرفت ضد جہالت و نکارت امام غزالی رح نے
جو لکہا ہے کہ تصدیق تسلیم کرنیکا نام ہے اس مین اسیطرف اشارہ ہے اسلئے کہ تسلیم انکار
اور استکبار کے ساتہہ جمع نہین ہوسکتی۔ امام غزالی رح نے اوسکی تفصیل اس طرح کی ہے کہ تصدیق
ربط قلبی کا نام ہے جو امر کسبی ہے کہ مصدق اپنے اختیار سے کرتا ہے اسیواسطے
لوگ ایمان کے مامور ہین اور اس پر ثواب حاصل ہوتا ہے اور وہی تصدیق تمام عبادتون
کا سر ہے بخلاف معرفت کے کہ وہ بغیر اختیار کے ہی حاصل ہوسکتی ہے جیسے کسی دیوار یا پتہر
پر نظر پڑتے ہی بے اختیار معرفت حاصل ہوجاتی ہے کہ وہ دیوار یا پتہر ہے۔ اور تصدیق مین
خصوصًا تصدیق شرعی مین واجب ہے کہ وہ کسبی ہو ملا عبدالحکیم رح نے حاشیہ
خیالی کی بحث ایمان مین لکہا ہے کہ اسپر تو اتفاق ہے کہ معرفت مذکورہ تصدیق لغوی سے
خارج ہے مگر اس مین اختلاف ہے کہ آیا وہ تصور مین داخل ہے یا تصدیق منطقی مین
صدر الشریعہ رح لکہتے ہین کہ وہ تصدیق منطقی مین داخل ہے اور بعض کہتے ہین کہ وہ تصور
سے ہے انتہی۔

حاصل یہہ کہ ایمان مین جو تصدیق معتبر ہے معرفت پر صادق نہین آتی اسلئے کہ اہل کتاب کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری معرفت حاصل تہی کہ آپ نبی ہین اسلئے کہ کتب سابقہ
مین حضرت کے شمائل و حالات برابر مذکور ہین جنکے مطابق اونہون نے حضرت کو پایا ہے
ولادت شریف کے زمانہ مین کاہنون کا خبرین دینا کہ آپکا ظہور قبیلۂ قریش مین ہوگیا اور
ہر طرف ہاتفون کی پکار کہ نبی آخر الزمان پیدا ہوگئے اور بتون کا سربسجود ہوجانا وغیرہ حیرت انگیز
امور جو ولادت شریف کے وقت اور اوسکے قبل و بعد ظہور مین آئے جو کتب احادیث
مین مصرح ہین۔ پہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر معمولی حرکات و سکنات اور جامع فضائل
صوری و معنوی ہونا جو خاصہ منتخب افراد انسانی اور انبیا کا ہی یہ سب امور ایسے ہین کہ جس ذات مین
جمع ہون ممکن نہین کہ وہ معمولی آدمی سمجہا جاسے بلکہ وہ آپکے رتبہ عالیہ کے طرف
توجہ دلانے مین کافی و وافی تہے پہر جب آپ نے دعوی نبوت کیا اور وقتًا فوقتًا
معجزے دکہلانے لگے جنکا ظہور قدرت مخلوق سے خارج اور خاص قدرت الٰہی سے

متعلق ہے اور کلام الٰہی پڑھ پڑھ کر سنانے لگے جس مین علاوہ تاثیرات روحانیہ کے
فصاحت و بلاغت مین بھی اس درجہ پر ہے کہ تمام جن و انس اوسکے جیسا کلام بنانے
سے عاجز ہین اور باوجود اس عام اعلان کے کہ فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا
شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین فصحاے عرب دم نہ مار سکے۔ تو
بتاے کہ اتنے براہین قاطعہ اور مشاہدات کے بعد ایسا کون بلید الذہن اور پاگل ہوگا کہ
اوسکو معرفت حاصل نہ ہوئی ہو غرضکہ عموماً کفار خصوصاً اہل کتاب کو حضرت کی معرفت
ضرور حاصل تھی چنانچہ خود حق تعالیٰ اوسکی گواہی دیتا ہے کما قال تعالیٰ والذین
آتیناھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم یعنے جس طرح ہر روز دیکھنے سے
اپنے لڑکون کی معرفت تامہ حاصل ہوتی ہے کہ آدمی ہزار لڑکون مین اپنے لڑکے کو
پہچان لیتا ہے اسی طرح کثرت علامات و امارات و معجزات کی وجہ سے اہل کتاب
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے ہین کہ وہ نبی آخر الزمان ہین۔ دیکھئے باوجود اتنی معرفت کے
اون کو مسلمان نہین کہہ سکتے اسلئے کہ تصدیق لغوی ان مین نہین پائی گئی کیونکہ وہ تکبر اور
عناد کی راہ سے گویا یہہ بات کہتے تھے کہ یہہ سب کچھہ سہی مگر ہم تصدیق کی نسبت اونکی طرف
کبھی نہ کرین گے کہ وہ اپنے دعوون مین صادق ہین اگرچہ مقتضی معرفت کا یہہ تھا کہ وہ تصدیق
کرلیتے مگر تعصب مذہبی نے اونکو اوس سے روکا اور کافر کے کافر رہے اور وہ معرفت
بیکار گئی بلکہ وہی وبال جان ہوئی کیونکہ جان بوجھہ کر ایمان نہ لانے والا بنسبت نادان کے
زیادہ مواخذہ کے قابل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفس معرفت ایمان نہین بلکہ اوسکے بعد
اپنے قصد سے ایمان لانے کی ضرورت ہے۔
محقق تفتازانیؒ نے شرح مقاصد مین بعض متاخرین کا قول نقل کیا ہے کہ ایمان مین معتبر
وہ تصدیق ہے جو اختیار سے حاصل ہو یعنی متکلم کی طرف صدق کی نسبت اختیاری کیجاے
اختیار کی قید اس غرض سے لگائی گئی کہ تصدیق شرعی تصدیق منطقی سے ممتاز ہوجاے اسلئے کہ
تصدیق منطقی کبھی بغیر اختیار کے بھی ہوتی ہے مثلاً انبیا علیہم السلام جب نبوت کا دعویٰ کرکے
معجزات دکھاتے تو بعضون کو اونکا صدق بے اختیار دل مین واقع ہوجاتا تھا اسکے

باوجود اسکے اونکا تصدیق کرنا بحسب لغت صادق نہین آتا اسلئے وہ شرعاً بھی ایمان نہین ہو سکتا
اصل یہہ ہے کہ تصدیق ماموربہ ہے اوسکا مقدور اور اختیاری ہونا ضرور ہے اور وہ کیفیت جو
اون کے دل مین پیدا ہوگئی تھی وہ اختیاری نہ تھی بلکہ ایک علم تہا جسکو کیفیت نفسانی کہتے ہین یا
انفعال یعنے قلب مین اس معنی کا حصول بہرحال اوسپر فعل قلبی صادق نہین آتا جو ماموربہ ہے
اس سے ثابت ہوا کہ تصدیق علم پر ایک زاید چیز ہے اوس مین یہہ ضرور ہے کہ اختیار سے ایقاع
نسبت ہو جسکو کلام نفسی اور عقد قلب کہتے ہین ہرچند سوفسطائی وجود نہار کا عالم ہو مگر اوسکو لغۃً
مصدق نہین کہہ سکتے ۔ اسیطرح کفار مذکورین گو جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہین مگر
اونکو مصدق نہین کہہ سکتے اسلئے کہ انہون نے وہ حکم اختیار سے نہین کیا تہا اور بجای تصدیق کرنیکے
ہمیشہ منکر رہے ۔ الغرض شرعی تصدیق منطقی تصدیق نہین ہے ۔ محقق مذکور نے اس قول کو نقل کر
اوسپر چند اعتراض کئے ۔

(۱) ماموربہ کے مقدور و اختیاری ہونیکا یہہ مطلب نہین کہ وہ مقولہ کیف سے نہو بلکہ یہہ کافی ہی
کہ اوسکے ساتہہ قدرت کا تعلق صحیح ہو اور حصول اوسکا کسب و اختیار سے ہو سکے خواہ ماموربہ
فی نفسہ اوضاع اور ہیآت سے ہو جیسے قیام وقعود یا کیفیات سے جیسے علم و نظر حق تعالی فرماتا ہی
فاعلم انہ لا الہ الا ہو ۔ فانظروا ماذا فی السموات ان دونون آیتون مین ماموربہ
علم و نظر ہین جو کیفیات سے ہین ۔ یا حرکات و سکنات سے جیسے نماز یا ترک ہو جیسے روزہ
باوجودیکہ یہہ امور مقولہ فعل سے نہین ہین مگر ماموربہ ہین اسی طرح ہم کہہ سکتی ہین کہ کیفیت قلبیہ
ماموربہ ہے جسکے ساتہہ قدرت کا تعلق صحیح ہے اور جسکو مکلف اپنی قدرت و اختیار سے
بتوفیق و ہدایت خالق کسب کرسکتا ہے اور اگر ماموربہ کا فعل بمعنی تاثیر ہونا لازم و ضروری ہو
توہم کہہ سکتے ہین کہ ایمان کا واقع کرنا اور اوسکا اکتساب و تحصیل ماموربہ ہے جیسے تمام اعتبارات
مین ہوا کرتا ہے اس سے یہہ لازم نہین آتا کہ ایمان مقولہ فعل سے ہو بلکہ اوسکا واقع کرنا
مقولہ فعل سے ہوگا نہ نفس ایمان ۔

(۲) کوئی ضرورت نہین کہ ہم تصدیق منطقی سے تصدیق لغوی کو علیحدہ اور ممتاز کرین خود
شیخ نے جو فن منطق مین مقتدا ہے تصریح کی ہے کہ تصدیق منطقی جو علم کی ایک قسم ہے

وہ بعینہ تصدیق لغوی ہے جسکی تعبیر فارسی مین گرویدن سے کیجاتی ہے اور مقابل تکذیب
ہے چنانچہ دانش نامہ علائی مین لکہا ہے۔ دانش دو گونہ است یکی دریافتن و درسیدن
وآنرا بتازی تصور خوانند و دوم گرویدن وآن را بتازی تصدیق خوانند۔ اس سے
ظاہر ہے کہ تصدیق منطقی اور لغوی دونو ایک ہی ہین اور شفا مین لکہا ہے التصدیق
فی قولک البیاض عرض ھو ان یحصل فی الذھن نسبۃ صورۃ ھذا التالیف الی
الاشیاء انھا مطابقۃ لھا والتکذیب یخالف ذالک اس سے ظاہر ہے کہ انہون نے
یہہ نہین کہا کہ تصدیق نسبت تامہ کا ذہن مین حاصل ہوجانا ہے جیسے بعضون نے سمجہا ہے بلکہ
مقصود انکا یہہ ہے کہ تصدیق حصول اس امر کا ہے کہ طرفین مولف کے درمیان جو نسبت
ثبوتی یا سلبی ہے اوسکو ذہن نفس الامر کی طرف نسبت کرے کہ یہہ نسبت واقع کے مطابق ہے
جسکی تعبیر فارسی مین صادق داشتن و گرویدن ہے چنانچہ صاف لکہا ہے کہ وہ ضد تکذیب
ہے جسکے معنی فارسی مین کاذب داشتن ہین اس تقریر سے وہ اعتراض بہی دفع ہوگیا کہ
حکم جب فعل اختیاری ہے یعنی ایقاع و انتزاع تو وہ نفس تصدیق یا جز تصدیق کیونکر
ہوسکتا ہے اسلئے کہ تصدیق علم کی قسم ہے جو مقولہ کیف یا انفعال سے ہے ممکن نہین کہ
وہ مقولہ فعل سے ہوسکے۔ اس اعتراض کا جواب تقریر سابق سے یہہ سمجہا گیا کہ تصدیق
شیخ کے نزدیک حصول ذہنی کا نام ہے نہ فعل ذہن کا۔ اور کسی نے کیا خوب کہا ہے اسناد
وایقاع وغیرہ الفاظ و عبارات ہین درحقیقت نفس کا وہان کوئی فعل نہین ہے بلکہ صرف
اذعان و قبول ہے اور ادراک اس امر کا ہے کہ نسبت واقع ہے یا نہین۔ البتہ اس تصدیق کا
حصول کبہی کسب سے ہوتا ہے کہ اسباب و اختیار کام مین لائے جاتے ہین مثلاً ذہن و حواس
و نظر کو متوجہ کرنا اور کبہی بغیر اس کے جیسے دہوپ پڑتے ہی آدمی خود سمجہہ جاتا ہے کہ آفتاب
نکلا ہے لیکن مامور بہ کے لئے ضرور ہے کہ قسم اول سے یعنے اختیاری ہو۔ اس تقریر پر یہہ
اعتراض ہوتا ہے کہ جب یقین کے ساتھہ اذعان و قبول نہو بلکہ جحود و انکار ہو جیسے سوفسطائی
اور کفار کا یقین تہا تو اوسکو تصور کہنا چاہیئے کیونکہ تصدیق مین اذعان کی ضرورت ہے
حالانکہ اوسکو تصور کہنا صریح البطلان ہے۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ یہان ہمارا دعوی

اسیقدر ہے کہ منطقیون کے رئیس نے جو تصدیق کی تفسیر کی ہے وہ تصدیق لغوی اور مقابل تکذیب ہے پھر مطلقاً یہہ کہنا کہ ایمان مین تصدیق منطقی معتبر نہین ہے درست نہین ۔ غایتہ الامر یہہ ہے کہ ایمان مین اوربھی چند شرائط معتبر ہین ۔ رہا یہہ کہ شیخ کی تفسیر پر یہہ لازم آتا ہے کہ حس یقین کے ساتھہ اذعان وقبول نہون وہ تصور ہوگا یا تصور وتصدیق دونون سے خارج ہوگا سو یہہ بحث دوسری ہے ۔

(۳) تصدیق کے معنی جو کہے جاتے ہین کہ وہ دل سے متکلم کی طرف صدق کی نسبت کرنا ہے اوسکے معنی سوائے اسکے کہ متکلم کے صادق ہونیکا ادراک اور اذعان ہو اور کیا ہو سکتے ہین کیونکہ اس تصدیق کے وقت سوائے اوس ادراک کے قلب کا اور کوئی فعل اور تاثیر خیال مین نہین آتی اس سے ہمین یقین ہوتا ہے کہ وہ نفس کی ایک کیفیت ہے جو کبھی کسب واختیار ومباشرت اسباب سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی بغیر اسکے ۔ غایتہ الامر یہہ ہے کہ ایمان مین جو کیفیت قلبی معتبر ہے وکسبی ہے ۔ اسلئے کہ ایمان مامور بہ ہے اور مامور بہ کا اختیار سے حاصل کرنا ضروری ہے ۔ اور اگر ایمان وتصدیق مقولۂ فعل سے ہون تو یہہ کہنا پڑیگا کہ آدمی صرف حالت مباشرت وتحصیل مین حقیقۃً ایمان کے ساتھ متصف ہے جیسا کہ مقولۂ فعل کے معنی سے یہہ بات ظاہر ہے ۔

(۴) اکابرین کے کلام مین لفظ تصدیق کی جگہہ معرفت وعلم واعتقاد بھی مستعمل ہین ۔ چنانچہ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ ایمان معرفت ہے اور معرفت تسلیم اور تسلیم تصدیق ہے اسلئے چاہئے کہ تصدیق جو بمعنی گرویدن ہے وہ بھی علم ہی کے معنی مین ہو تا کہ سب ایک جنس کے ہو جائین ۔ البتہ ایمان مین چند قیود وشرط ہین جیسے تحصیل واختیار وترک جحود واستکبار انتہیٰ ملخصاً ۔

اگرچہ محقق کی تقریر سے معلوم ہوا کہ تصدیق لغوی ومنطقی ایک ہی ہین مگر یہان یہہ معلوم کرنا مناسب ہے کہ بعض متاخرین نے جنکی تقریر محقق رح نے نقل کی ہے ۔ تصدیق شرعی یعنے لغوی کو تصدیق منطقی سے کیون علٰحدہ کیا منشا اسکا یہہ معلوم ہوتا ہے کہ تصدیق منطقی علم کی قسم ہے جو منطقین کے نزدیک ظنیات پر بھی شامل ہے ۔ چنانچہ کشاف الاصطلات مین لکھا ہے

التصدیق اللغوی قطعی و المنطقی اعم من القطعی و الظنی لکونہ قسما من العلم الشامل للظنی و القطعی عند المنطقیین اور مولانا فضل حق رح نے حاشیہ قاضی مین لکہا ہے کہ تصدیق ضعیف بہی ہوتی ہے اور شدید و اشد بہی ۔ ضعیف جیسے ظن ۔ اور شدید تقلید ۔ اور اشد یقین ۔ اور مشائین کے نزدیک مسلم ہے کہ شدید او ضعیف مختلف انواع ہوا کرتے ہین اس وجہ سے تصدیق کے تحت مین مختلف انواع ہونگے غرض کہ منطق مین چونکہ عموماً یہہ کہا جاتا ہے کہ علم کے دو قسم ہین تصور و تصدیق اور تصدیق ظنی بہی ہوتی ہے اور تصدیق ایمانی ظنی نہین ہوسکتی بلکہ اسکا یقین ہونا شرط ہے اسوجہ سے بحث ایمان مین ضرور ہوا کہ تصدیق شرعی تصدیق منطقی سے بالکل علحدہ کرلی جاے تاکہ یہہ وہم بہی نہو کہ تصدیق ظنی بہی ایمان کے لئے کافی ہے ۔ مراقی العلاءین شربلالی رح نے لکہا ہے المومن ھو الذی یعتقد بقلبہ دین الاسلام اعتقادا جازماً خالیاً عن الشک یعنی مومن وہی ہے جو دل سے دین اسلام کا جزمی اعتقاد رکہے جس مین کسی قسم کا شک نہو علامہ تفتازانی رح نے تہذیب الکلام مین لکہا ہے کہ جب تصدیق ٹہری کہ اذعان اور قبول کے ساتہہ یقین ہو جو اختیار و کسب سے حاصل ہوجاے تو لازم انکا کہ جو یقین کہ اذعان سے خالی ہو (جیسے سوفسطائی اور بعض کفار کا یقین) تصدیق نہو بلکہ تصور رہو یا تصور و تصدیق کے بیچ مین واسطہ ثابت کیا جاے اور جو یقین مقارن اذعان بغیر کسب کے حاصل ہوا ہو جیسے ملائکہ اور انبیا علیہم السلام کا یقین اسکو مکتسب کہین یا یہہ کہا جاے کہ دوبارہ اُس کو اختیار سے حاصل کرنیکی انہین ضرورت ہے حالانکہ یہہ سب لوازم محل تامل ہین ۔ انتہی ۔

شیخ عصام کروستانی نے اوس کے حاشیہ مین لکہا ہے کہ سب خرابیان اسوجہ سے لازم آرہی ہین تصدیق ایمان عموم و خصوص مین منطقی تصدیق کے مساوی تہائی جارہی ہے حالانکہ تصدیق منطقی عام ہے جس مین ظنیات بہی شامل ہین اور تصدیق شرعی لغوی خاص جسکا قطعی ہونا شرط ہے ۔ اگر ایمان کی تعریف یون کیجاتی کہ وہ تصدیق منطقی کی جنس سے ہے ۔ مگر اوس مین اور بہی چند شرائط ہین کہ اعتقاد جازم ہو اختیار سے

حاصل کیا جائے اور جحود واستکبار سے خالی ہو تو غیر اذعانی نہین (جو سوفسطائی اور کفار کو تہا) اوسکو نہ تصور کہنے کی ضرورت ہوتی نہ واسطہ ثابت کرنیکی بلکہ وہ تصدیق ایمانی سے خارج اور تصدیق منطقی مین داخل رہتا۔ تعریف مذکور مین ایمان کو تصدیق منطقی کی جنس سے کہنے کی ضرورت اِسوجہ سے ہوی کہ بعضون نے اوسکو کلام کہا ہے اور بعضون نے فعل نفس حالانکہ وہ بھی ایک قسم کی تصدیق جنس علم سے ہے۔ جو مقولہ کیف سے ہے۔ اصل منشا راس اضطراب یہہ ہے کہ اذعان دو معنی مین مستعمل ہے مرادف تصدیق منطقی اور بمعنی تسلیم وترک جحود واستکبار چونکہ دونو تصدیقون مین یہہ لفظ مستعمل ہے اسلئے اشتباہ ہوا کہ سوفسطائی کو اذعان نہین حالانکہ اذعان منطقی وہان موجود ہے البتہ وہ اذعان نہین جو ایمان مین معتبر ہے انتہی۔

محقق تفتازانی رح کو شرح مقاصد مین اصرار ہے کہ تصدیق شرعی تصدیق منطقی ہے یعنے علم اور مقولہ کیف سے ہے اور جو دشواریان اوس مین واقع ہوتی ہین اونکو تہذیب الکلام مین بیان کردیا۔ محشی کردستانی نے جو اونکے دفع کرنیکی فکر کی وہ محقق رح ہی کے کلام سے مستفاد ہے چنانچہ یہہ اونکا قول ابہی معلوم ہوا کہ غایۃ الامر یہہ کہ ایمان مین اور بھی چند شرائط معتبر ہین مگر ہنوز اوس مین کلام کو گنجایش ہے۔

محقق رح نے دوسرے اعتراض مین جو اوپر مذکور ہوا لکہا ہے۔ فلم یجعل الشیخ التصدیق حصول النسبۃ التامۃ فی الذہن علی ما یفہمہ البعض بل حصول ان ینسب الذہن الثبوت او الانتفاء الذی بین طرفی المولف الی ما فی نفس الامر بالمطابقۃ و معناہ نسبت الحکم الی الصدق اعنی صادق داشتن وگرویدن و بنیہ بانہ ضد الکذب الذی معناہ النسبۃ الی الکذب اعنی کاذب داشتن ہر چند محقق کو اس تقریر سے یہہ ثابت کرنا ہے کہ تصدیق علم اور مقولہ کیف سے ہے۔ مگر اس سے اسقدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ تصدیق کے وقت ذہن کا کوئی فعل جسپر ینسب الذہن الثبوت اور نسبۃ الحکم الی الصدق اور صادق داشتن اور انہ ضد الکذب الذی معناہ النسبۃ الی الکذب اعنی کاذب داشتن دلالت کررہے ہین یہہ امر قابل تسلیم ہے کہ زید قائم کی صورت ترکیبیہ گو ذہن مین موجود ہے نفس زید اور قایم کی طرف اسطرح منسوب کرنا

کہ وہ محکی عنہ کے مطابق ہے یا یون کہئے کہ حکم کی نسبت صدق کیطرف کرنا نفس کا فعل ہے
جیسے ہر شخص جانتا ہے کہ تکذیب نفس کا فعل ہے جسپر مقولہ کیف ہرگز صادق نہین آسکتا
یہ فعل اگر اذعان کفارین ہے اور تصدیق منطقی کے لئے وہ کافی ہے تو ایمانی تصدیق کیلئے
دوسرے فعل نفس کی ضرورت ہے اور اگر نہین ہے تو تصدیق سے اوسکو خارج سمجھنا چاہئے
اور چونکہ محقق رہ نے اوسکو تصدیق منطقی مین داخل کیا ہے تو معلوم ہوا کہ تصدیق منطقی اور لغوی
ایک نہین ہین حالانکہ شیخ کے کلام سے ثابت ہے کہ دونون ایک ہین۔ ذکر الشیخ فی الشفا
ان الشئ یعلم علی وجہین احدہما ان یتصور فقط کما اذا کان لہ اسم فینطق بہ
مثل معناہ فی الذہن وان لم یکن ہناک صدق او کذب کما اذا قیل انسان
او قیل افعل کذا فانک اذا وقفت علی معنی ما تخاطب بہ من ذلک کنت تصورتہ
والثانی ان یکون مع التصور تصدیق کما اذا قیل لک مثلاً ان کل بیاض عرض
لم یحصل من ہذا التصور معنی ہذا القول فقط بل صدقت انہ کذلک اما
اذا شککت انہ کذلک ام لا فقد تصورت ما یقال لک فانک لا تشک فیما لا تتصورہ
ولا تفہمہ ولکن لم تصدق بہ بعد فکل تصدیق یکون معہ تصور ولا ینعکس
فالتصور فی مثل ہذا المعنی یفید کان تحدث فی الذہن صورۃ ہذا التالیف
وما یولف منہ کالبیاض والعرض والتصدیق وہو ان یحصل فی الذہن نسبۃ
ہذہ الصورۃ الی الاشیاء انفسہا انہا مطابقۃ لہا والتکذیب یخالف ذلک انتہی
دیکھو شیخ کا یہ قول کہ "جب تم سے کل بیاض عرض کہا جائے تو اوسکے معنی کا تمہین صرف
تصور ہی نہوگا بلکہ اوسکی تصدیق بھی کروگے کہ وہ ایسا ہی ہے" صاف کہہ رہا ہے کہ تصدیق
گویا کسی کے قول کی ہوا کرتی ہے۔ پہر اوسکی تصدیق اس طور سے کہ وہ ایسا ہی ہے
گویا نفس کا قول ہے جو اوس خطاب کے جواب مین کہا جا رہا ہے اور یہہ محاورہ مین
بھی کہتے ہین کہ فلان شخص نے یہہ کہا اور مین نے اوس کی تصدیق کی۔ شیخ بھی اوسی کی
تصدیق کر رہے ہین اور نیز شیخ کا یہہ قول کہ التکذیب یخالف ذلک ای التصدیق
اسی پر قرینہ ہے اسلئے کہ اصطلاحی لفظ اگر ہے تو تصدیق ہے اوسکو چاہین کیف سمجہین

یا انفعال سے مگر تکذیب کے معنے مین کوئی اصطلاحی تصرف نہین ہوا اسلئے اوسکی معنے
صرف جھٹلانے کے ہین جو مقولہ فعل سے ہے۔ پہر جب شیخ نے تصدیق کو ضد تکذیب
کہا تو اس سے مستفاد ہوا کہ وہ دونون ایک ہی مقولہ سے ہین چنانچہ محقق موصوف نے
اسی بحث مین لکہا ہے ومعنی التصدیق نسبته الحکم الی الصادق اعنی
صادق داشتن وگرویدن وبینه بانه ضد التکذیب الذی معناه النسبة الی الکذب
اعنی کاذب داشتن۔ دیکہئے صادق داشتن وکاذب داشتن ایک ہی قسم کی بات ہے
غرض اس اعتبار سے تصدیق منطقی بعینہ تصدیق لغوی ہوئی یعنے دونون مقولہ فعل سے
ہونگے چنانچہ محقق کو بہی اوسکا اقرار ہے جیسا کہ شرح مقاصد مین لکہتے ہین وهو القدوة
فی فن المنطق واللغة فی تفسیر الفاظه وشرح معانیه صرح بان التصدیق
المنطقی الذی قسم العلم الیه والی التصور هو بعینه اللغوی۔ اگرچہ
محقق اس بات پر راضی نہین کہ تصدیق مقولہ فعل سے ہو لیکن شیخ نے تصدیق کو جب
مقابل تکذیب کہدیا اور اوسکو خطاب کی تصدیق قرار دی تو اوسکو مقولہ فعل سے قرار دینا
اور کلام نفس کہنا شیخ کے خلاف مرضی نہوگا۔
قصد السبیل مین لکہا ہے کہ اگر کہا جاے کہ شیخ کے قول سے ثابت ہوتا ہے تصدیق
علم ہے اس لئے کہ ذہن مین جو نسبت صورت ذہنیہ کی اشیاء کی طرف ہوتی ہے وہ
سوائے اس ادراک کے نہین کہ وہ صورت مطابق اشیاء کے ہے۔ تو اسکا جواب
یہہ ہے کہ یہ ادراک اذعان کو مستلزم نہین اسلئے کہ شیخ الاسلام ابو عبداللہ نے تحریر المطالب
فی شرح عقیدۂ ابن حاجب مین قول ابی جہل کا نقل کیا کہ نعلم ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم
نبی ولکن لا نومن به ابدا۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ ادراک مستلزم تصدیق بہی نہین
چہ جائیکہ نفس تصدیق ہو۔ انتہی۔
یہہ جو کہا جاتا ہے کہ صورت ذہنیہ کی نسبت اشیاء کی طرف کرنا سوائے ادراک کے
اور کوئی بات نہین چنانچہ محقق نے بہی اعتراضات مذکورہ کے ضمن مین اسی قسم کی بات
لکہی کہ تصدیق ایمانی سوائے ادراک کے اور کوئی چیز سمجھ مین نہین آتی سو فی الحقیقۃ درست ہے

تصدیق کے وقت ذہن مین کیفیت ادراک کی ضرور ہوتی ہے مگر اسکا بھی انکار نہین ہوسکتا کہ دوسرے مقولات کے مصادیق بھی وہان موجود ہین چنانچہ قصد السبیل مین لکھا ہے کہ فانه ای الشیخ یفسر العلم تارة بالتجرد عن المادة وهو راجع الی امر عدمی وتارة یجعله مندرجا فی مقولة الکیف وفی مقولة المضاف بالعرض فیجعله عبارة عن صفة ذات اضافة وتارة یجعله عبارة عن الصورة المرتسمة فی الجوهر العاقل المطابقة لماهیة المعقول وتارة یجعله عن مجرد اضافة فاقول له دائر بین ان یجعله امرا عدمیا او کیفا او اضافة ان تعریفات شیخ سے ظاہر ہے کہ سب امور ذہن مین موجود ہوتے ہین۔ اس سے دوسرے اقوال سے جو علم کے باب مین وارد ہین یہہ ثابت ہے کہ ادراک کے وقت کئی چیزین ذہن مین پائی جاتی ہین چنانچہ منجملہ اون کے ایک صفت کلام ہے جسکا حال مواقف مین بیان کیا ہے۔ الکلام النفسی غیر العلم اذ قد یخبر الرجل عما لا یعلمه بل یعلم خلافه او یشك فیه وغیر الارادة اذ قد یامر بما لا یریده کالمختبر لعبده هل یطیعه ام لا وکالمعتذر من ضرب عبده لعصیانه فانه قد یامره ویرید ان لا یفعل المامور به فاذن هو صفة ثالثة قائمة بالنفس۔ اس سے ثابت ہے کہ کلام نفسی ایک جداگانہ صفت ہے اور چونکہ کسی کی تکذیب یا تصدیق کرنا نفس کا فعل ہے اس لئے ہم کہہ سکتے ہین کہ وہ نفس کی صفت اور فعل ہے جیسے بعض علماء کا قول جو شرح مقاصد مین منقول ہے اور اسکا مصدق امام موفق رح نے مناقب ابی حنیفہ رض مین بسند متصل امام صاحب سے روایت کیا ہے قال ابو حنیفه فاما من صدق الله وبما جاء من عنده بقلبه ولسانه فهو عند الله وعند الناس مومن یعنے امام صاحب فرماتے ہین کہ جس نے دل سے اور زبان سے تصدیق کی اللہ کی اور اون چیزون کی جو اوسکے پاس سے آئے ہین۔ وہ اللہ کے پاس بھی مومن اور لوگون کے پاس بھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ جس کلام کی تصدیق زبان سے ہو دل سے بھی ہونی چاہئے کہ وہ سچ اور مطابق واقع کے ہے۔ علامہ ابن ہمام رح نے مسامرہ مین لکھا ہے کہ الاظهر ان التصدیق قول للنفس الناشی عن المعرفة لان المفهوم منه

لغة نسبة الصدق الی القائل و هو فعل المعر فهو من قبیل الکیف المقابل لمقولة الفعل - بہرحال تصدیق شرعی مین فعل قلبی معتبر ہے - قصد السبیل مین اس مسئلہ مین ایک مبسوط بحث کر کے لکہا ہے کہ تصدیق شرعی مین دس چیزین ہوتی ہین پانچ مقولہ کیف سے ہین اور باقی مختلف مقولون سے - مقولہ کیف والے یہہ ہین -

(۱) نور جو دل مین اس غرض سے ڈالا جاتا ہے کہ چشم بصیرت پر حقائق اشیا منکشف ہون -

(۲) صورت اوس نسبت معلومہ کی جو موضوع و محمول کے بیچ مین ہوتی ہے -

(۳) استعداد اوس نسبت کے اذعان کی -

(۴) نفس اذعان -

(۵) کلام نفسی -

مقولہ نسبت سے متعلق یہہ تین ہین -

(۱) حصول صورت معلومہ کا نفس مین -

(۲) انبساط نور کا صورت معلومہ پر -

(۳) رویت بصیرت اوس صورت کی وجہ سے جب انبساط نور کا اوسپر ہوتا ہے اور یہی علم ہے اور مقولہ انفعال سے ایک ہے وہ منتقش ہونا اوس صورت کا جو مبدا فیاض سے ڈالی جاتی ہے -

اور مقولہ فعل سے ایک ہے وہ نفس کا یہہ کہنا کہ جو صورت اوس مین منتقش ہوئی ہے وہ مطابق واقع کے ہے - اور یہی تصدیق لغوی ہے جسکو حکم بھی کہتے ہین - اور باقی امور ضروریات و لوازم ہین -

اگرچہ اون امور مین تقدم و تاخر ہے - مگر ذاتی ہے اسلئے کہ جو زمانہ انتقاش صورت کا ہے وہی اوسکے حصول اور انبساط نور اور رویت بصیرت کا ہے -

اس تقریر مین نور کی جو زیادتی کی گئی ہے اوسکا منشا یہہ ہے کہ حق تعالی فرماتا ہے افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ - انتہی -

توضیح اس مضمون کی یہہ ہے کہ جملہ خبریہ جو جسکی دین مین تصدیق کی ضرورت ہے مثلاً

یہہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہین۔ اسکی صورت ذہن مین منقش ہوتی ہے
جسکی تعبیر موضوع ومحمول ونسبت حکمیہ سے کیجاتی ہے۔ پہر دلائل وقرائن خارجیہ مثلاً
معجزات وغیرہ اسباب سے ادراک ہوتا ہے کہ وہ نسبت رسالت جو حضرت کیطرف کیگئی ہے
واقعی مطابق واقع کے ہے اگر یہہ ادراک اس درجہ کا ہو کہ اوس مین کوئی تردد وشک باقی نہو
اوسکا نام یقین ہے اسکے پیدا ہونیکی یہہ صورت ہے کہ ایک نور حسب قابلیت دل مین ڈالا جاتا ہے
جسکی وجہ سے چشم بصیرت پر معانی ذہنیہ منکشف ہوتے ہین۔
جیسا آیہ موصوفہ سے ثابت ہے۔ مگر قابلیت ہر شخص کی ایک طور پر نہین چنانچہ یہہ امر مشاہد ہے کہ
ایک ہی دلیل ہوتی ہے جسکو ایک شخص فوراً قبول کرلیتا ہے اور دوسرے کے لئے وہ بالکل
مفید نہین ہوتی۔ پہر اختلاف طبائع قطع نظر اسکے کہ طبیعت کی ساخت جداگانہ ہوتی ہے اسباب خارجیہ
سے بہی پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص ایسا ہو کہ نشو ونما اوسکی اہل اسلام مین ہوئی ہو اور ہمیشہ اپنے
بزرگون اور معتمد علیہ لوگون کو طریقہ اسلام پر قایم اور اوسکے مداح دیکہا کیا اگر کوئی اوس سے
دینی مسئلہ کہا جائے تو فوراً مان لیگا بخلاف اسکے جسکی نشو ونما مخالفین اسلام مین ہوئی ہو۔
جو ہمیشہ اوسکی والایت وعقائد کی توہین کرتے ہون۔ ظاہر ہے کہ جس مسئلہ کو شخص سابق نے
بغیر دلیل کے مان لیا تہا اس شخص کو دلیل قایم ہونے کے بعد بہی ماننا مشکل ہوگا۔ اسی طرح
مخالف صحبت کا بہی برا اثر ہوتا ہے اسی وجہ سے حق تعالی نے متعدد مقامات مین کفار اور
منافقون کی صحبت اور دوستی سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ ودوا لو تکفرون
کما کفروا فتکونون سواء فلا تتخذوا منهم اولیاء۔ اور ارشاد ہے فلا تقعدوا
معهم حتی یخوضوا فی حدیث غیره انکم اذاً مثلهم۔ اور اکثر احادیث سے ثابت ہے
کہ اہل بدعت کی مصاحبت وہمنشینی سے احتراز ضروری ہے۔ غرض کہ جسطرح کسی مسئلہ کو
ابتداءً ماننا دشوار ہے اسی طرح اونکی صحبت سے مانے ہوے مسائل مین بہی شک پڑ جاتا ہے
جس سے یقین باقی نہین رہتا اور یقین کے ساتہ ایمان اور تصدیق شرعی بہی رخصت ہوجاتی ہے
نعوذ باللہ من ذلک۔
کلام اس مین تہا کہ ادراک مذکور اگر اس درجہ کا ہو کہ اوسمین کوئی تردد وشک نہو تو اوسکا نام یقین ہے

جو مدار ایمان و تصدیق شرعی ہے ۔ اور اگر ایسا یقین نہو بلکہ ظن غالب اوسکی واقعیت کا ہو
تو شرعاً اوسکو نہ تصدیق کہینگے نہ ایمان ۔ قال اللہ تعالی ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً
وقال تعالی الا من اکرہ وقلبه مطمئن بالایمان ۔ اگر اکراہ کی حالت مین کوئی کفر کی
بات کہدے تو مضایقہ نہین بشرطیکہ دل مطمئن اور ساکن ہو کیونکہ اطمینان سکون کو کہتے ہین ۔
کما فی لسان العرب الطمانیة السکون ۔ اور ظاہر ہے کہ سکون اوسی وقت ہوگا کہ یقین
باقی رہے اسلئے کہ شک مین تردد اور پریشانی رہتی ہے جو منافی سکون ہے ۔

پہر یقین کے بعد اذعان کی بہی ضرورت ہے وہ ایک کیفیت قلبی کا نام ہے ۔ جس سے
نسبت خبریہ کے قبول کرنیکی صلاحیت دل مین پیدا ہوتی ہے اور جو صعوبت کہ اوس کے
قبول کرنے مین ہو دفع ہوجاتی ہے ۔ اس آیۂ شریفہ مین اسی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے
ثم تلین جلودهم الی ذکر الله کیونکہ تسلیم و اذعان کے وقت جو دل مین کیفیت پیدا
ہوتی ہے اگر محسوسات مین دکہلانا چاہین تو اوسکو نرمی پانے کے ساتھ تعبیر کرسکتے ہین پہر
قوت دلائل و قراین کی وجہ سے اگر کیفیت اذعانی بہی پیدا ہوجائے تو جب بہی تصدیق
شرعی نہین جیسا کہ اس آیۂ شریفہ سے ظاہر ہے ۔ فلما جاءتهم آیاتنا مبصرة
قالوا هذا سحر مبین وجحدوا بها واستیقنتها انفسهم ظلما وعلوا یعنے
باوجودیکہ نشانیان دیکہتے ہین اور اوسکے نفس یقین بہی کرلیتے ہین مگر وہ جحود و انکار ہی
کئے جاتی ہین اس سے معلوم ہوا کہ صرف یقین شرعی نہین بلکہ تصدیق شرعی یہہ ہی کہ یقین کے بعد
زبان سے اور دل سے یہہ بہی کہا جائے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم واقع مین اللہ کے رسول ہین
اور جو کچہہ اللہ کی طرف سے ہمین پہونچا ہے واقع مین سچ ہے ۔

معرفت ۔ معرفت ضد نکارت و جہالت ہے اور جب تک تصدیق نہو فقط معرفت سے
ایمان متحقق نہین ہوسکتا ۔ ملا علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر مین امام اعظمؒ کا قول کتاب الوصیت سے
نقل کیا ہے کہ صرف معرفت ایمان نہین ہے ۔ ورنہ تمام اہل کتاب کو مومن کہنا پڑیگا
حق تعالی منافقون کی نسبت فرماتا ہے والله یشهد ان المنافقین لکاذبون ۔
اور اہل کتاب کے باب مین فرماتا ہے الذین آتینهم الکتاب یعرفونه کما یعرفون

ابناءَ ھُمْ۔ جسکا مطلب یہہ ہے کہ با وجود اتنی معرفت کے وہ ایمان نہین لاتے
اس سے ظاہر ہے کہ اہل کتاب کی معرفت بھی ایسی ہے جیسے منافقون کا اقرار زبانی
یعنے دونون مفید نہین۔

در منثور مین ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین
تشریف لائے عمرؓ نے عبداللہ ابن سلامؓ سے پوچھا کہ حق تعالی نے اپنے نبی پر
آیۃ شریفہ الذین آتینھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم نازل
فرمائی یہہ معرفت کس قسم کی ہے انہون کہا اے عمر مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیکھتے ہی ایسا پہچان لیا جیسے کوئی اپنے لڑکے کو دوسرے لڑکون مین دیکھکر بلا تکلف
پہچان لیتا ہے بلکہ اوس سے بھی زیادہ۔ عمرؓ نے کہا یہہ کسطرح۔ کہا کہ وہ خدا کے بھیجے ہوے
رسول ہین حق تعالی نے اونکا حال ہماری کتاب یعنے توراۃ مین بیان فرما دیا ہے
اور مجھے معلوم نہین کہ عورتین کیا کرتی ہین۔ یعنے لڑکے مین شک ہو سکتا ہے کہ اپنا ہی یا نہین
مگر بعد تعریف آنحضرت کی نبوت مین ہرگز شک نہین ہو سکتا انتہی۔ اور اسی قسم کی کئی روایتین
دوسرے اہل کتاب سے اوسی مین منقول ہین کہ انہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیکھتے ہی پہچان لیا اور ایمان لائے۔

امام رازیؒ نے تفسیر کبیر کے اس مقام مین یہہ اعتراض لکھا ہے کہ اگر توراۃ و انجیل مین
حضرت کے تفصیلی حالات و علامات موجود تھے کہ فلان وقت اور فلان مقام اور فلان
قبیلہ مین حضرت مبعوث ہونگے اور آپکے شخصی علامات بھی اون مین مذکور ہین تو چاہیے تھا
کہ شرق سے غرب تک کے اہل کتاب ایمان لاتے اور بعد اسقدر تفصیلی معرفت کے ممکن نہین
کہ کوئی انکار کر سکتا۔ اور اگر اسقدر تفصیل ان کتابون مین نہین ہے تو ایسی وقت جس پر
کما یعرفون ابناءھم صادق آئے خارج از قیاس ہے۔ اسکا جواب یہہ دیا کہ ہم
یہہ نہین کہتے کہ کتابون کی وجہ سے اونہین یہہ معرفت حاصل ہوی تھی بلکہ دعوئ نبوت کیساتھ
معجزات نے برہان کا کام دیا تھا اور قاعدہ ہے کہ برہان مفید یقین ہوا کرتی ہے اس لئے
انکو معرفت تامہ آنحضرت حاصل ہوگئی تھی جیسے اولاد کی ہوتی ہے۔ ہرچند امامؒ نے جو جواب کہے

دیا ہے عقلی طور سے نہایت قوی ہے اور اسکی تائید ابوجہل کے قول سے بھی ہوتی ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ نعلم ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم نبی لکن لا نومن بہ مگر اسکا بھی انکار ہو نہین سکتا کہ اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علامات و آثار کا علم نسلا بعد نسلا چلا آتا تہا اور اوسکی تطبیق کر کے وہ بحسب ہدایت ازلی اکثر ایمان لاتے تھے چنانچہ خصائص کبریٰ مین امام سیوطیؒ نے ان روایات کو کئی اوراق بلکہ اجزا مین ذکر کیا ہے اون مین وہ علامات جنکی خبرین حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السّلام نے دی تہین اور توراۃ وانجیل وغیرہ کتب آسمانی مین مذکور ہین مفصل منقول ہین۔ اور نیز اون روایات مین بھی مصرح ہے کہ یہودی و نصاریٰ کے علما حضرت کا حلیہ حتیٰ کہ قد و قامت اور خط و خال اور عادات و خصال اور پیدا ہونیکا مقام اور مبعوث ہونیکا وقت اور ہجرت کا زمانہ وغیرہ پوری طور سے جانتے تھے چنانچہ جس روز حضرت پیدا ہوے اوسی صبح کو مدینہ طیبہ کے گرد و نواح کے بعض علمائے یہود نے اپنی قوم کو جمع کر کے خبر دی کہ آج نبی آخر الزمان پیدا ہو گئے۔ ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے اوسی روز گرے فارس کے آتشکدے جو مدتون سے سلگے ہوے تھے یکبارگی بجہ گئے ولادت شریف اور بعثت کے وقت کاہنون اور ہاتفون کے اخبار ہر طرف مشہور ہو رہے تھے بعض عرب دین حق کی تلاش مین جو پہرتے تھے اونکو علماء یہود و نصاریٰ نے صاف کہدیا کہ تمہاری قوم مین مکہ معظمہ مین نبی آخر الزمان عنقریب مبعوث ہونیوالے ہین اونکا دین اختیار کرو۔

بخت نصر کے واقعہ کے بعد بہت سے بنی اسرائیل مدینہ طیبہ مین حضرت کے انتظار مین اقامت گزین تھے چونکہ خصائص کبریٰ چہپ گئی ہے اسلئے بخوف تطویل وہ روایتین نقل نہین کی گئین۔

غرض کہ علامات حضرت کے اس قدر کثرت سے مشہور اور معلوم ہو چکے تھے کہ علماء یہود و نصاریٰ دیکھتے ہی حضرت کو پہچان لیتے اور جن امور مین امتحان کی ضرورت ہوتی بعد امتحان ایمان لاتے پہر صرف حضرت ہی کے علامات یہود مین شایع نہ تھے بلکہ حضرت کی امت کے علامات و خصوصیات اور بعض مختصہ مسائل اسلام کو بھی جانتے تھے یہانتک

مروی ہے کہ قبل بعثت صدیق اکبرؓ شام کی طرف گئے تھے ایک راہب نے علامات ظاہر
دیکھکر آپ سے کہا کہ سب علامات تو مین دیکھہ چکا ہون آپ اپنے پیٹ پر سے کپڑا اٹھائیے
چنانچہ خال دیکھکر کہا کہ نبی آخرالزمان عنقریب مبعوث ہونے والے ہین آپ اونکے وزیر
وخلیفہ ہونگے۔ اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ کا بھی واقعہ ہے کہ بعض راہبون نے علامات
دیکھکر اسی قسم کی خبرین دین غرض اس قسم کی روایتین کتب احادیث وسیر مین بکثرت
وارد ہین۔ اتنے علامات مشہور ہونے کے بعد یہہ امر قابل استبعاد نہین کہ اہل کتاب کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اونکے علوم سابقہ سے ہوئی ہو جسپر معجزات نے بھی
نورٌ علی نور کا کام دیا اس سے ظاہر ہے کہ اہل کتاب کی معرفت اونکی ذاتی علوم سے
تھی اوس مین معجزات کو چندان دخل نہین ورنہ اہل کتاب کی کیا خصوصیت معجزات تو
مشرکین بھی دیکھتے تھے۔ رہا یہہ کہ پہر سب اہل کتاب مسلمان کیون نہین ہوے۔
اسکا جواب یہہ ہے کہ معجزات دیکھنے کے بعد بھی تو مسلمان نہین ہوے اس سے یہہ لازم
نہین آتا کہ علامات مختصہ مفید علم نہو۔ بلکہ ایمان نہ لانا حسد واستکبار وغیرہ اسباب سے
تہا جسکا حال اوپر معلوم ہوا اور ابوجہل کے قول مذکور سے بھی ثابت ہے۔ بہرحال
خواہ معجزات کی وجہہ سے ہو یا کتب سماوی کیوجہ سے اہل کتاب کو بلکہ دوسرے کفار
کو بھی حضرت کی معرفت اور نبوت کا علم ضرور تہا لیکن تصدیق نہونے کی وجہ سے
بجائے اسکے کہ وہ مفید ہو وبال جان ہوی مقصود یہہ ہے کہ صرف معرفت بغیر تصدیق کے
مفید نہین ہوسکتی۔ اب یہہ دیکھنا چاہئے کہ تصدیق شرعی کے ساتھہ معرفت کی بھی
ضرورت ہے یا نہین ہم جب معرفت کے معنے مین غور کرتے ہین تو یہہ معلوم ہوتا ہے کہ
تصدیق بغیر معرفت کے نہین ہوسکتی اسلئے کہ خدائے تعالی کو مثلاً کوئی نجار
یا صرف اسقدر جانے کہ کوئی چیز ہے اور صفات مختصہ کو جس سے امتیاز وتعین حاصل ہو
نہ جانے تو تصدیق ہی کیا ہوی ہان اس مین شک نہین کہ حق تعالی کی ذات کی معرفت
حاصل نہین ہوسکتی مگر صفات کی معرفت بقدر طاقت بشری ضروری ہے کچھہ نہین تو
اتنا تو جاننا ضرور ہے کہ وہ قدیم ہے سب کا خالق ہے اور اسکی مثل کوئی چیز نہین۔

نہ اوسکا کوئی شریک ہے نہ مقابل اسلئے بن دیکھے ایمان لارہے ہین اسکی تعیین ہوجائے تاکہ دوسرا کوئی اوس ایمان مین شریک نہو۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعیین بھی ایمان مین ضرور ہے۔

علامہ زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ مین لکھا ہے۔ روی ابن ابی عاصم فی السنۃ وابو نعیم عن انس رضی اللہ تعالی عنہ۔ ان اللہ قال یاموسی من لقینی وھو جاھل بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم ادخلہ النار فقال موسی ومن محمد قال یاموسی وعزتی وجلالی ماخلقت خلقا اکرم علی منہ کتبت اسمہ مع اسمی علی العرش قبل ان اخلق السموات والشمس والقمر بالفی الف سنۃ انتھی۔ یعنے حق تعالی نے موسی علیہ السلام فرمایا کہ اے موسیٰ جو مجھسے ملے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ جانے اوسکو مین آگ مین ڈالونگا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہین۔ فرمایا قسم ہے میری عزت وجلال کی ان سے بزرگ ترکسی کو مین نے نہین پیدا کیا اونکا نام اپنے نام کے ساتھہ بیس لاکھہ برس آسمان وزمین وشمس وقمر پیدا کرنے کے پیشتر لکھا انتہیٰ۔

اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جاہل رہنا موجب دخول نار ہے اسلئے اوسکی ضد یعنے معرفت ضروری ہے۔ اسی وجہ سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ الایمان المعرفۃ والتصدیق والاقرار کذا فی المناقب للموفق ابن ہمام نے مسامرہ مین لکھا ہے کہ امام ابوالحسن اشعری کا قول معنی تصدیق مین متردد ہے کبھی کہتے ہین کہ وہ خدائے تعالی کے وجود والٰہیۃ وقدم کی معرفت کا نام ہے اور کبھی کہتے ہین کہ وہ نفس کا قول ہے لیکن متضمن معرفت ہے جسکے بغیر تصدیق صحیح نہین غرض اونکے کلام مین دو احتمال ہین: ایک معرفت کا شرط تصدیق ہونا دوسرا یہہ کہ تصدیق معرفت اور کلام نفسی کے مجموعہ کا نام ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ معرفت تصدیق سے خارج اور اوسکے لئے شرط ہے اسلئے کہ لغت مین تصدیق صرف سچائی کو کہتے ہین اگر معرفت بھی اسمین داخل کردیجائے تو اس لفظ کا منقول شرعی ہونا لازم آئیگا حالانکہ منقول سمجھنے کیلئے کوئی

دلیل چاہئے اور کوئی دلیل اسپر قایم نہین بلکہ قرآن وحدیث مین جہان یہہ لفظ مستعمل ہے
معنی لغوی ہی مین مستعمل ہے الحاصل معرفت کو داخل ایمان نہین مگر شرط ایمان ضرور ہی انتہی
یہان یہہ بات بہی معلوم کرنی ضرور ہے کہ معرفت کے مدارج مختلف ہین عموماً اہل اسلام اجمالاً
اسقدر جانتے ہین کہ حق تعالیٰ خالق اور متصف بہ صفات کمالیہ ہے پہر جسقدر آثار قدرت
وغیرہ صفات کمالیہ مین غور وتامل کیا جائے اسیقدر معرفت کی زیادتی ہوتی ہے اور جسقدر
معرفت کی زیادتی ہو محبت زائد ہوتی ہے جو باعث ترقی مدارج قرب ہے۔
امام غزالیؒ نے احیاء مین توضیح کے لئے یہہ مثال لکہی ہے کہ مثلاً امام شافعیؒ کی محبت کل
شافعیون کو ہے اور سب انکو عالم جانتے ہین لیکن فقہاے شافعیہ کو ہر مسئلہ کے دقائق
استدلال معلوم کرنے کے بعد جو قدر ومحبت امام کی ہوتی ہے وہ عامی شخص کو نہین ہوسکتی
اسی طرح جب کوئی کسی مصنف کی عمدہ تصنیف یا کسی شاعر کا بلیغ قصیدہ دیکہتا ہے تو اوس سے
ایک قسم کی محبت ہوتی ہے پہر اور بہی اوسکے عمدہ تصانیف وقصائد دیکہے اور غور وتامل
اوسکی جلالت وشان معلوم کرے تو اوسکو جو محبت اور قدر اوسکی ہوگی وہ اس شخص کو
نہین ہوسکتی جو اوسکو صرف ایک عالم یا شاعر جانتا ہے غرض آدمی جسقدر مصنوعات آلہی مین
زیادہ تر غور وفکر کرے اور خدائے تعالیٰ کی جو جو نعمتین اور احسانات تمام عالم پر خصوصاً
اپنے پر ہو رہے ہین اونکو سوچے تو محبت زیادہ ہوگی اسی سبب سے صفات آلہی مین غور وفکر
کرنیکے فضائل احادیث مین بکثرت وارد ہین غرض اوسکا یہی معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر معرفت
زیادہ ہوگی اوسیقدر محبت زیادہ ہوگی چونکہ خدا ورسول کی محبت کا زیادہ ہونا دین مین ایک
ضروری امر ہے اور ظاہر اوسکے حاصل کرنیکا ذریعہ یہی معرفت ہے اسلئے اکابر اہل اسلام
ہمیشہ زیادتی معرفت آلہی کے طالب اور اوس مین مستغرق رہا کرتے ہین۔ الحاصل بندہ کو
خدا کی معرفت اور امتی کو نبی کی معرفت حاصل کرنیکی ضرورت ہے۔
یہہ امر قابل تسلیم ہے کہ معرفت ذات کو مقاصد دینیہ مین دخل کی یہی وجہہ ہے کہ حق تعالیٰ کی
ذات مین فکر کرنیکی ممانعت ہے جیسا کہ حدیث شریف سے صراحتاً ثابت ہے اور دراصل ذات
آلہیہ کا ادراک ممکن بہی نہین اسلئے کہ خدائے تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اون صفات کو

معلوم کرنیکی ضرورت ہے جو دوسرون مین نہ پائی جاتین اور ظاہر ہے کہ جو صفات سوائے
خدائے تعالیٰ کے اور کسی مین نہین پائے جاتے وہ ایسے ہی ہونگے جوان مین غور و تامل
کرنے سے عظمت اور شان کبریائی دل مین متمکن ہوتی ہے اگر ہر خاص صفت مین اتنا غور و
تامل کیا جائے کہ استغراق کی سی حالت پیدا ہو تو اوسکے مناسب دل کی کیفیت مین تغیر
پیدا ہوا کریگا مثلاً صفت قہاری کے مطالعہ کے وقت دل مین خوف و وحشت کی کیفیت
پیدا ہوگی اور صفت جمال و رحمانیت کے مراقبہ سے محبت و عشق علیٰ ہذا القیاس ہر صفت کا
جدا جدا اثر ہوگا۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات مختصہ مین غور و فکر کرنے سے
دل مین مختلف آثار پیدا ہوتے جائینگے اسی وجہ سے صحابہ کے حالات مختلف تھے جنکی طبیعتون
حضرت کی عظمت کا پورا اثر تہا اونہون نے حضرت کے چہرہ مبارک کو آنکھہ بہر کے کبھی نہین دیکھا
جیسا کہ شفا مین قاضی عیاضؒ نے لکھا ہے کہ عمرو بن العاصؓ کہتے ہین باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے زیادہ مجھے کسی سے محبت نتھی مگر مجھسے کبھی نہو سکا کہ آنکھہ بہر کے حضرت کے چہرہ مبارک کو
دیکھون اور اکثر روایات سے ثابت ہے کہ صحابہ حضرت کے روبرو ایسے سر جھکائے ہوے
بیٹھتے تھے کہ گویا اون کے سرون پر پرندے بیٹھے ہین کہ ادنیٰ حرکت سے اڑجاتے ہین۔ اور
ایک صحابی کا حال شفا مین لکھا ہے کہ جب تک وہ حضرت کی مجلس مین حاضر رہتے چہرہ مبارک
ہی کو دیکھتے رہتے حضرت نے اوسکی وجہ دریافت کی عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہون
دیدار فائض الانوار سے متمتع اور بہرہ یاب رہتا ہون ۔
شفا مین لکھا ہے کہ حضرت جب وضو فرماتے یا تہوکتے یا ناک جہڑکتے تو صحابہ کا اوسپر ہجوم ہوتا
اور ہاتہون ہاتہہ آب دہان و بینی وغیرہ کو لیکر اپنے منہ اور جسم پر ملتے اور اگر کوئی موے مبارک
ملجاتا تو فوراً اٹہا کر تبرک بناتے مخالفین یہہ دیکھکر یہہ کہتے کہ ہمنے بڑے بڑے سلاطین مثل قیصر و
کسریٰ دیکھے ہین مگر کسی بادشاہ کو یہہ بات نصیب نہین جو حضرت کو ہے خصائص کبریٰ مین
ہے کہ ایک بار عبد اللہ بن زبیرؓ حضرت کی خدمت مین ایسے وقت حاضر ہوے کہ حضرت
پچھنے لگوا رہے تھے فارغ ہونیکے بعد آپ نے فرمایا کہ یہہ خون ایسی جگہہ پہینکدو جہان کوئی
نہ دیکھے انہون نے لیجا کر سب خون پی لیا جب واپس آئے تو حضرت کے استفسار پر انہون نے

عرض کی کہ مین نے اسکو ایسی جگہہ ڈالا ہے کہ کوئی نہ دیکھہ سکے فرمایا کہ شاید تم اسکو پی گئے
اور اسی مین یہہ روایت بہی ہے کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ظرف
مین پیشاب کیا ام ایمنؓ کہتی ہین کہ مین نے اوسکو پی لیا جب صبح حضرت کو اوسکی خبر دی
تبسم کرکے فرمایا کہ تمہارے پیٹ مین اب کبھی کوئی شکایت نہوگی ان امور پر غور کرنیسے
ایک حیرانی ہوتی ہے کہ نہ انکا منشا محبت معلوم ہوتا ہے نہ عظمت ورنہ مقربین سلاطین
مین اس قسم کے حالات پائے جاتے۔ بات یہہ ہے کہ کاملون کے حالات ہم ناقصونکی
سمجھہ مین کیونکر آسکین اگر حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمین بھی وہ حالات عطا فرمائے
تو ممکن ہے کہ اوسکی حقیقت معلوم کرسکین ورنہ سے چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔
دراصل یہہ جتنے آثار تھے سب کا منشا وہی معرفت نبوی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے خصوصیات کو خوب جانتے تھے کہ آپکا کوئی نظیر عالم مین نہین اور آپکو حق تعالیٰ کیساتھہ
ایک ایسی خصوصیت ہے جو دوسرے کو نہین ہوسکتی وہ سمجھتے تہے کہ جسقدر محبت اور
عظمت کے آثار صادر ہون سب باعث تقرب الٰہی ہین بلکہ حضرت کی محبت اور تعظیم کو
خود خداے تعالیٰ کی محبت اور تعظیم سمجھتے تہے ہر چند اسوقت صحابہ کی سی معرفت حاصل ہونا
ممکن نہین اسلئے کہ اونکو مشاہدات سے وہ معرفت حاصل ہوی تھی جنکا وجود اب
ممکن نہین مگر اتنا مسلمانون کو ضرور ہے کہ ایمانی طریقہ سے حضرت کی معرفت حاصل کرنیکی
کوشش کرین اور کیا تعجب کہ شدہ شدہ اس کی برکت سے اس قسم کا فیضان ہونے لگے
جو صحابہ پر ہوتا تہا۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ⁂ بسا کین دولت از گفتار خیزد

خدا و رسول کی محبت

اس حدیث شریف سے ظاہر ہے جو بخاری شریف مین ہے کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم عمرؓ کے ہاتھہ مین ہاتہہ ملائے ہوے تھے عمرؓ نے کمال جوش محبت مین عرض کی
یارسول اللہ قسم خدا کی مین آپ کو سوائے اپنی ذات کے ہر چیز سے زیادہ

دوست رکھتا ہون ارشاد ہوا کہ جب تک میری محبت اپنی ذات سے کسی کو زیادہ نہو
اوسکو ایمان ہی نہین عمرؓ نے عرض کی کہ قسم ہے خدا کی جس نے آپ پر کتاب نازل کی
مین آپکو اپنی ذات سے بہی زیادہ تر محبوب رکھتا ہون فرمایا الآن یا عمرؓ یعنے اب
تمہارا ایمان پورا ہوا۔ اگرچہ اس حدیث شریف مین صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی محبت کا ذکر ہے مگر چونکہ حضرت کی محبت کا منشا حق تعالیٰ کی محبت ہے اس لئے
یہی حدیث دونو محبتون کے استدلال مین کافی ہوسکتی ہے۔ ابن تیمیہؒ نے
الصارم المسلول مین بعض حقوق خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کرکے لکہا ہے
فی ہذا و غیرہ بیان لتلازم الحقین واللہ جہۃ اللہ تعالیٰ و رسولہ جہۃ و حدۃ
غرض اس حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ اہل اسلام حضرت کی محبت بڑہانے پر مامور و مجبور ہین
کیونکہ عمرؓ نے ابتدا مین جس مقدار محبت کی خبر دی تہی وہ کافی نہین سمجہی گئی اسلئے انہون نے اختیار سے
اپنے نفس پر جبر کرکے جو کسر باقی تہی نکالدی۔
یہان یہہ امر غور طلب ہے کہ محبت ایک کیفیت قلبی ہے اوسکی زیادتی و کمی اختیار سے
کیونکر ہوسکتی ہے کیونکہ اندرونی کیفیات پر تو آدمی کا تصرف ہی نہین چل سکتا مثلاً بہوکا اگر
بیا ہے کہ بغیر سبب خارجی کے بہوک جاتی رہے تو ممکن نہین اور صرف زیادتی و کمی کی
خواہش کرنے یا طبیعت پر جبر کرنے سے موجودہ بہوک کے وجدان مین فرق نہ آئیگا جبتک
اوس کے کم یا زیادہ ہونے کے اسباب خارج سے نہ پیدا کئے جائین مثلاً کچھہ کہا لینے سے
کم اور نہ کہانے سے زیادہ ہوجائیگی۔
مواہب لدنیہ مین علامہ قسطلانیؒ نے خطابیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ یہان مقصود حب اختیاری ہے
حب طبعی نہین جو اختیار سے خارج ہے۔ علامہ زرقانیؒ نے اوسکی شرح مین لکہا ہے
حب اختیاری مقتضائے عقل ہوتی ہے گو خلاف طبع ہو جیسے بیمار دوا کو دوست رکہتا ہے
اگرچہ کڑوی اور مخالف طبع ہو۔ اور مواہب مین امام نوویؒ کا قول نقل کیا ہے کہ مقصود
یہان یہہ ہے کہ نفس مطمئنہ کو نفس امارہ پر غالب کردیا جائے جس سے حضرت کی محبت
تمام اشیا سے بلکہ اپنے نفس سے بہی زیادہ ہوجائیگی اور نفس امارہ کا غلبہ ہو تو یہہ ممکن نہین

اور اسی مین لکھا ہے کہ قاضی عیاض نے ایمان مین محبت شرط ہونیکی یہہ وجہ لکھی ہے کہ
تعبت لازم تعظمت ہے یعنے جس کے دل مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ہوگی اوس کو
محبت بہی ہوگی او محبت نہونے سے سمجہا جائیگا کہ اسکے دل مین عظمت نہین اور نبی کی
عظمت دل مین نہونا کفر ہے ۔ مگر اوسپر یہہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اعتقاد عظمت کو محبت
لازم نہین عمرؓ کے دل مین جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت تہی ظاہر ہے باوجود
اسکے انہون نے ابتدا مین اپنی ذات کی محبت پر حضرت کی محبت کو فوقیت نہین دی ۔
اور لکہا ہے کہ عمرؓ نے پہلے بار حب طبعی کی خبر دی تہی جو اپنے نفس کے ساتہہ تہی
اور حضرت کا مقصود یہہ تہا کہ حب اختیاری کی ضرورت ہے چنانچہ انہون نے ایسا ہی کیا
کہ دلائل اپنے دل مین قایم کر کے فوراً ترجیح محبت کی خبر دی انتہی ۔ اس مین شک نہین کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ایمان سے بڑا ہی تعلق ہے اس لئے کہ بہت سے
آیات واحادیث ایسے ہین کہ اون پر کامل ایمان ہو تو محبت کی زیادتی ضرور ہوگی مثلاً آیہ
شریفہ وما ارسلناک الا رحمۃً للعالمین اگر آدمی اسی مین غور کرے اور اسکو یقین
ہوجائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ تن رحمت آلہی ہین تو اوسکو ضرور آپ سی دلی محبت
ہوگی کیونکہ یہہ امر آدمی کی فطرت مین داخل ہے کہ جب کسی ذی رتبہ شخص کا حال سنتا ہے کہ
وہ رحمدل ہے اور اوس سے لوگونکو فائدہ پہونچتا ہے تو اس سے دلی محبت پیدا ہوتی ہے اور
جون جون اوسکے رحم اور فائدہ رسانی کے واقعات سنتا ہے محبت مین ترقی ہوتی جاتی ہے
اسی کو دیکہہ لیجے کہ حاتم طائی کے واقعات سننے سے وجدانی طور پر دل مین اوس کی محبت
محسوس ہوتی ہے بخلاف اوسکے حجاج اور چنگیز خان سے دشمنی کی کیفیت پائی جاتی ہے
حالانکہ اس وقت نہ حاتم سے نفع کی توقع ہے نہ اون سے ضرر کا اندیشہ ۔ بخلاف اسکے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے تو بے انتہا فوائد ہمین حاصل ہوے اور ہوتے جاتے
ہین اور آیندہ کے لئے بے شمار منافع کی امیدین ہین کیونکہ حضرت کا رحمۃ للعالمین ہونا اسوقت
تک محدود نہ تہا کہ آپ اس عالم مین تشریف رکہتے تہے بلکہ قیامت کے روز اوس رحمت عامہ کا
ایسے طور پر ظہور ہوگا کہ تمام عالم اوسکو مشاہدہ کرلیگا ۔ اگر عالمین مین کفار بہی داخل ہین

مگر ہمین اس جگہہ جہگڑے سے کیا کام کہ اونکو اوس رحمت عامہ سے حصہ ملیگا یا نملیگا
دشمنان خدا و رسول جہنم مین جائین ہمین اپنی مشت خاک بخشوانے کی پڑی ہے اگر
ہماری بخشش بطفیل محبت رحمۃ للعالمین ہو گئی تو ہم جیسا کوئی خوش نصیب نہین حق تعالے
نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے ولسوف یعطیک ربک فترضی اور فرماتے ہین
یعنے البتہ قریب مین تمہارا رب تمہین اتنا کچہہ دیگا کہ تم راضی ہوجاؤگے جس شخص کو قیامت
کے روز اور اوس مین جو جو وقائع پیش آنے والے ہین اونپر پورا ایمان ہو تو صرف اسی ایک
آیت اور حدیث پر ایمان لاکر دیکہہ لے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنی جان سے زیادہ
ہوتی ہے یا نہین مگر اسکا خیال رہے کہ ایمان وہ ہونا چاہیئے جسکا حال اوپر معلوم ہوا اگر اون
مضامین کا ذہول ہو گیا ہو تو پہر ایک نظر اوسپر ڈال لیجائے تاکہ حقیقت ایمان پیش نظر ہو اور
مستحضر ہوجاوے صحیح صحیح حدیثون سے ثابت ہے کہ قیامت کے روز شان قہاری اور
غضب الہی کا ظہور ایک ایسی غیر معمولی طور پر ہوگا کہ اوسکے پہلے کبہی ہوا تہا اور نہ بعد ہوگا۔
دیکہئے یہہ تو خدا کا غضب الامان اوسپر غضب بہی کیسا کہ ازل سے اوس وقت تک ویسا
ہوا ہی نہین۔ نہ نوح علیہ السلام کے طوفان کے وقت نہ اور کبہی اور نہ اسکے بعد کبہی ہوگا حالانکہ
ابد الآباد غضب الہی مین رہینگے مگر اوس غضب کے مقابلہ مین جو اوس روز ہوگا یہہ غضب بہی
کم ہوگا اوس غضب کا تہوڑا سا حال اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ انبیا علیہم السلام جن کے
مقربین بارگاہ الہی ہونے مین ذرا بہی شک نہین اوس روز نفسی نفسی کہین گے اور طرفہ یہہ ہے کہ
خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بہی باوجود خلت کے نفسی نفسی فرماوین گے اب نفسی نفسی کا مطلب
اونہیکے لفظون مین سن لیجئے کہ جب جن و انس انبیاء علیہم السلام سے طالب شفاعت ہونگے
تو وہ سب بالاتفاق یہہ کہین گے کہ اسوقت غضب الہی کو وہ جوش ہے کہ شفاعت تو بڑی
چیز ہے ہمین اسوقت اپنی پڑی ہے کہ نہین معلوم کہ جو لغزشین بمقتضائے بشریت ہم سے
سرزد ہوئی تہین اونکا آج کیا حشر ہوگا۔ اسوقت تمام عالم مین ایک سناٹا ہوگا نہ کسیکو
مجال کہ کچہہ عرض و معروض کرسکین نہ انبیا مین یہہ جرأت کہ دم مار سکین یہہ دن ہی
کتنا بڑا پچاس ہزار سال کا جسکی خبر خدائے تعالی دیتا ہے تعرج الملئکۃ والروح

فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنة مما تعدون اس روز غرض اعمال اور فیصلہ حقوق و محاسبہ وغیرہ چاس کام ہونگے اور ہر کام ہوش ربا اور جان گداز ہوگا حقوق اللہ کی باز پرس اسطرح کہ عمر بھر کے کل حرکات و سکنات کا دفتر پیش ہے اور بات بات کی پرسش ہو رہی ہے کہ خلاف حکم خدا و رسول فلان کام کیون کیا اور فلان کام کیون نہ کیا اور فلان جگہہ کیون بیٹھا اور فلان شخص سے بات کیون کی وغیرہ وغیرہ اگر بچاؤ کی غرض سے کسی بات کا انکار کیا تو ہاتہہ پاؤن وغیرہ اعضا گواہی دے رہے ہین کہ یہہ شخص جہوٹا ہے خود ہم سے اوس نے یہہ کام لیا تہا کما قال اللہ تعالی وتشہد علیہم السنتہم و ایدیہم وارجلہم بما کانوا یعملون وقال تعالی حتی اذا ما جاؤھا شہد علیہم سمعہم و ابصارہم وجلودہم بما کانوا یعملون یعنے گواہی دینگے اودہر اونکی زبانین ہاتہہ پاون کان آنکہین اور اونکے چمڑے جو کچہہ وہ کرتے تھے۔ اور حقوق الناس کی یہہ کیفیت کہ ہر شخص اپنی نجات کی فکر مین لگا ہوا اس دہن مین ہے کہ کسی طرح گناہون کا بار سر سے ٹل کے اعمال حسنہ کا نصاب پورا ہو جاے اس غرض سے ادنی ادنی حقوق کے مطالبہ کے لئے دوست آشنا رشتہ دار مان باپ جورو بچے دوڑے چلے آرہے ہین کہ ہمارے یہہ یہہ حقوق اسکے ذمہ ہین دلادئے جائین اور اگر اوسکے پاس حسنات کا اسقدر سرمایہ نہین تو ہمارے گناہ ہی اوسکے سر لگادئے جائین اور وہ بیچارہ اون سے بہاگ رہا ہے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ وصاحبتہ وبنیہ یہہ لوگ وہ ہین کہ عمر بہر اونکے ساتہہ احسان کرتے رہے اور اونکے رنج و راحت مین شریک رہے اب یہی لوگ دوزخ مین پہونچانیکی فکر مین لگے ہین اسی پر اون پچاسون واقعون کا قیاس کیجئے جو اوس روز وقوع مین آنے والے ہین خلاصہ یہہ کہ ہر ایک واقعہ جانکاہ و جانگداز ہوگا ادہر یہہ پریشانی اودہر جہنم پیش نظر ہے اور ہل من مزید کے نعرے پر نعرہ لگا رہا ہے اب غور کیجئے کہ ایسی حالت مین کیا جان کوئی عزیز چیز سمجہی جاسکتی ہے ہرگز نہین ایسی زندگی تو مرجانا ہزار درجہ راحت ہی ہوگا اسی وجہ سے کفار آرزو کرینگے کہ کاش ہم مٹی ہوے ہوتے کما قال تعالی ویقول الکافر یالیتنی کنت ترابا اب تمام واقعونکو پیش نظر رکہکر

غور کیجیے کہ ایسی حالت مین جب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الٰہی مین پیش ہوکر اپنی امت مین خصوصاً اون لوگون کی شفاعت فرمادین گے جنکو آپکے ساتھہ محبت ہے اور باجازت کبریائی اون تمام آفتون سے نجات دلاکے جنت مین داخل فرمادین گے تو آپ بتائیے کہ وہ جان جو معرض تلف مین ہے جنکا نکلنا بہتر سمجھا جائیگا وہ زیادہ تر محبوب ہونی چاہیے یا وہ حضرت جو اس جان کو ابدالآباد کے بے انتہا مصائب سے بچاکر ابدالآباد کے تلذذات مین پہونچانیوالے ہین مگر یاد رہے کہ جان سے زیادہ محبت اوسی وقت ہوگی کہ ایمان امور مذکورہ بالا سے کامل طور پر ہو مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حدیث شریف سے یہہ تہا کہ کمال ایمان کی شناخت بتلادین کہ اگر جان سے زیادہ محبت ہو تو سمجھہ جائین کہ ایمان کامل ہے ورنہ اوسکی تکمیل کی فکر کرین اسپر بھی اگر کوئی حضرت سے محبت نہ رکہے تو حضرت کا اس سے کوئی نقصان نہین اوس نے اپنا ہی نقصان کیا۔ اور دوسری وجہ ضرورت محبت کی یہہ ہے کہ وہ آدمی کی فطرت مین داخل ہے کہ جس سے زیادہ محبت رکہتا ہے اوسکی بات مانتا ہے اور جس کام کے کرنے یا نکرنے کو وہ کہتا ہے اوسکی اطاعت کرتا ہے چنانچہ بزرگون نے لکہا ہے ان المحب لمن یحب مطیع اسی وجہ سے ہر شخص کو اپنے سچے دوستون پر وثوق اور اس بات کا افتخار رہتا ہے کہ ہم اپنے دوستون سے جو کچھہ کہین گے کیسا ہی دشوار کام ہو اوسکو وہ انجام دین گے اور وجدانی طور پر دوست کی محبت کا اندازہ کرسکتا ہے کہ اپنے احباب مین کون سچے دل قابل وثوق دوست ہین اور کون ریائی اور غرضی۔ غرض کہ جس کے ساتھہ کامل محبت ہوتی ہے اوسکی مخالفت کسی امر مین ہو ہی نہین سکتی کیونکہ مخالفت دشمنی کا لازمہ ہے۔ انتہائی درجہ کی محبت کسی سے ہو تو اونکے کہے پر جان بھی دنیا آسان ہوجاتا ہے۔ یہہ تو اکثر دیکہا گیا ہے کہ جسکو اپنی بی بی کیساتہ زیادہ محبت ہوتی ہے تو اوسکے حکم کے مقابل مین اپنے مان باپ کے حکم کی کچھہ پروا نہین کرتا بلکہ اونکا دشمن ہوجاتا ہے حالانکہ اونکے حقوق اور احسانات ایسے نہین کہ اونکا انکار کرسکے مگر اوس محبوبہ کی محبت کا یہہ اثر ہے کہ وہ حقوق اوسکے حق مین کان لم یکن ہین ہرچند تقاضائے فطرت انسانی یہہ تہا کہ والدین سے دشمنی یا مخالفت نہوسکتی مگر محبوبہ کی محبت نے اوسکو آسان کردیا۔ اب غور کیجیے مسلمین کو کسی کے ساتھہ اگر ایسی محبت ہو کہ اوسکے حکم کے مقابلہ مین اپنے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو نہ مانے تو کیونکر کہا جائے کہ اوسکا ایمان کامل ہے اسی طرح اگر
نفس کوئی حکم کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اوسکے خلاف ہو تو مومن کا فرض منصبی کیا
ہونا چاہیے آیا نفس کا حکم مانے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہہ تو کوئی مسلمان نہین کہہ سکتا کہ نبی
کا حکم نہ مانیگا مگر جب اپنے نفس کی محبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے زیادہ ہوگی تو اکثر
نفس ہی کی بات چل جائیگی جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اکثر ہوا کریگی اس لئے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مومن کو ضرور ہے کہ اپنے مان باپ اولاد اور تمام لوگون
سے بلکہ اپنے نفس سے بھی زیادہ محبت میرے ساتھہ رکھے تاکہ حضرت کے حکم کے مقابلہ مین
کسی کا حکم نہ چلے کیون کہ یہہ لوگ جس کام کا حکم کرین گے اوسمین اونکو اپنا نفع ذاتی پیش نظر ہوگا
اسی طرح نفس بھی اونہین کامونکی خواہش کریگا جن مین صرف دنیوی تلذذات ہون بخلاف
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کو امر و نہی سے کوئی اپنا ذاتی نفع متصور نہین بلکہ جن کامونکے
کرنیکا آپنے حکم فرمایا ہے اون سے صرف ہماری بڑی بڑی منفعتین دونون جہان کی متعلق اور
وابستہ ہین اور جن کامون سے منع فرمایا دونون جہان مین وہ ہمارے مضر او رمہلک ہین
اس امر و نہی سے حضرت کی غرض یہی ہے کہ ہمین اونکے بجالانے سے ابدالآباد کی سعادت
اور راحت نصیب ہو اور دارین مین کامیاب رہین حق تعالی فرماتا ہے لقد جاءکم
رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رءوف رحیم یعنے
آئے ہین تم مین رسول تم مین کے شاق اور بھاری ہے اوپر کہ تم ایذا مین پڑو تمہاری بھلائی کے
وہ حریص ہین ایمان والونپر شفقت اور مہربانی رکھتے ہین انتہی ۔ حاصل یہہ کہ جب کوئی ایسا کام
پیش ہو کہ اوس مین اپنے نفس یا اور کسی محبوب کی خواہش ہو اور اوس کام مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی خواہش اوسکے خلاف ہو تو مومن کو چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کو پوری کرے
اور اونکی خواہش پر خاک ڈالے جو خود غرضی سے اپنے دوست کو تباہ کرنا چاہتے ہین ۔ او
یہہ یعنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اطاعت اسوقت تک ممکن نہین کہ اون سب سے زیادہ
محبت آپکے ساتھہ ہو اور جب تک امور مذکورہ پر کامل ایمان نہوگا اس قسم کی محبت حضرت سے
ہو نہین سکتی اس سے ظاہر ہے کہ حضرت کی محبت کے ساتھہ ایمان کو ایک تعلق خاص ہے

غرض حضرت نے جو خواہش فرمائی کہ تمام عالم سے زیادہ محبت آپکے ساتہہ ہو اوسمین بھی صرف ہماری ہی بھلائی پیش نظر ہے اب ہمین ضرور ہے کہ اگر اس قسم کی محبت اپنے مین پائین تو شکر آلہی بجالائین ورنہ دعا کرین کہ آلہی ہمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی محبت عطا فرما کہ آپکی اطاعت ہم پر آسان ہو جائے اور اوسکے مقابلہ مین ہم سے نہ اپنے نفس کی اطاعت ہوسکے نہ اورکسی محبوب کی اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حال سُئے حق تعالی فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنے کہدو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری اتباع کرو جس سے تم اللہ کے محبوب ہو جاوگے ۔ سبحان اللہ حضرت کی اطاعت کیسی باوقعت چیز ہے کہ محبوب آلہی بنا دیتی ہے ۔ دیکھئے یہان بھی وہی بات ہے جو اوپر مذکور ہوئی کہ جسکے ساتہہ آدمی محبت رکھتا ہے اوسکی اطاعت کرتا ہے اسی وجہ سے حق تعالی ان لوگون کو جو دعوئے محبت رکھتے تھے گویا یہہ فرمایا کہ اگر تمہین ہماری محبت ہے تو ضرور ہے کہ اوسکے آثار نمایان ہونگے یعنے ہماری اطاعت کروگے اور ہماری اطاعت یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے ومن یطیع الرسول فقد اطاع اللہ یعنے جسنے رسول کی اطاعت کی اوس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی ۔

یہان ایک اور بات معلوم ہوئی کہ حق تعالی کو منظور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ پوری کامل محبت ہو کیونکہ ابھی معلوم ہوا کہ پوری اطاعت اوسوقت تک نہین ہوسکتی کہ کامل طور پر محبت ہو اور حق تعالی نے اپنی پوری اطاعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت مین منحصر فرما دیا اس سے ظاہر ہے کہ حق تعالی نے ان آیات مین اون لوگونکو جو محبت آلہی کا دعوی کرتے تہے اشارۃً یہہ حکم فرمایا کہ جسطرح ہمارے ساتہہ محبت رکہتے ہو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ بھی پوری محبت رکہو جسکے آثار نمایان ہون یعنے اونکی پوری اطاعت کرو اور اگر اطاعت نکی تو ہماری محبت کے دعوے مین جہوٹے سمجھے جاوگے ۔

غرض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دین مین ضروری سمجھی گئی ہے اسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپسے کامل درجہ کی محبت تھی جیسا کہ شفا مین قاضی عیاض نے لکہا ہے ۔ کہ کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ صحابہ کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ کیسی تھی

فرمایا جنئد سے پانی کے ساتھہ جو کمال تشنگی کے وقت محبت ہوتی ہے۔ اس سے بھی زیادہ
تر تھی اس مین لکھا ہے کہ ایکبار عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا پاؤن سن ہوگیا۔ کسی نے
کہا جسکے ساتھہ آپ کو زیادہ محبت ہو اوسکو یاد کیجئے اچھا ہو جائیگا۔ یہہ سنتے ہی یا محمد کہکر چیخ ماری
مواہب لدنیہ مین روایت ہے کہ ایک روز ایک انصاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین
آکر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم آپکی محبت میرے دل مین اپنے جان و مال
اہل و اولاد سے زیادہ ہے اگر مین حاضر خدمت ہوکر دیدار سے مشرف نہ ہوون تو یقین ہے کہ
مرجاؤن گا۔ یہہ کہکر وہ رونے لگے حضرت نے رونے کی وجہ دریافت کی عرض کیا مجھے
خیال آیا جب آپ انتقال فرمائینگے اور مین بھی مرجاؤنگا تو آپ تو انبیا علیہم السلام کیساتھہ
مقامات عالیہ مین تشریف فرما ہونگے اور ہم اگر جنت مین گئے بھی تو نیچے کے درجہ مین
رہینگے پھر آپکا دیدار کیونکر نصیب ہوگا یہہ سنکر حضرت خاموش ہوگئے اوسیوقت یہہ آیہ شریفہ
نازل ہوئی ومن یطع اللہ والرسول فاولئك مع الذین انعم اللہ علیہم من
النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئك رفیقا۔ یعنے
جو لوگ خدا اور رسول کی اطاعت کرتے ہین وہ انبیا و صدیقین اور شہدا اور صالحین کیساتھہ
ہونگے اور اسمین یہہ روایت بھی ہے کہ جنگ احد کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
شہادت کی خبر مدینہ طیبہ مین مشہور ہوگئی یہہ سنتے ہی گوشہ نشین عورتین گھرون سے نکل آئین
چنانچہ قبیلہ انصار کی ایک بی بی نے دیکھا کہ اپنے بھائی اور باپ اور شوہر کی لاشین پڑی ہوئی
ہین مگر اوس خبر وحشت اثر کی وجہ سے اونہون نے اونکی کچھہ پروا نکی اور ایک ایک سے
پوچھتی تھین کہ حضرت کہان ہین جب اونہون نے حضرت کو دیکھا تو بے اختیار دامن مبارک
کو تھام کر کہنے لگین یا رسول اللہ جب آپ سلامت ہین تو مجھے اب کسی کے مرنیکی کچھہ پروا
نہین۔ اور اوسمین یہہ روایت ہے کہ ایک بی بی حضرت عائشہ کے پاس حاضر ہوکر کہنے لگین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مجھے دکھلائے جب آپنے دکھلایا تو دیکھتے ہی اونکا حال یہہ ہوا
کہ روتے روتے بیہوش ہوگئین اور انتقال ہوگیا۔
مواہب لدنیہ مین ایوب سختیانی کا حال لکھا ہے کہ جب مجلس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا تو

تو وہ اتنا روتے کہ بیخود ہو جاتے۔ علامہ زرقانیؒ نے اوسکی شرح مین لکہا ہے کہ امام مالکؒ اپنے شاگردون سے فرماتے تھے کہ جن محدثین سے مین روایت کرتا ہون اون سب مین ایوب افضل تھے مین نے اونکے ساتہہ دو حج کیے۔ پہلے صرف اونکو دیکہا کرتا کوئی روایت نہ لیتا اونکی حالت یہہ تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو اسقدر روتے کہ مجہے اونپر رحم آتا تہا۔ جب اونکی یہہ حالت دیکھی اور اسقدر عظمت اونکے دل مین پائی اون سے روایتین لینا شروع کیا۔

مصعب ابن عبداللہ کہتے ہین کہ امام مالکؒ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا جس سے حضار مجلس کے دلپر اثر پڑتا تھا کسی نے اون سے یہہ حالت بیان کی فرمایا جو مین نے دیکہا ہے اگر تم دیکھتے تو اوسکا انکار نکرتے۔ مین نے محمد بن منکدر کو دیکہا ہے جب اون سے کوئی حدیث پوچھی جاتی تو اتنا روتے کہ پوچھنے والے کو رحم آجاتا۔

مواہب مین لکہا ہے کہ امام جعفر صادقؓ باوجودیکہ نہایت خوش طبع تھے اور بہت ہنستے تہے مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک آجاتا تو چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا۔ عبدالرحمن بن قاسم جو محمد بن ابی بکرؓ کے پوتے ہین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سنتے تو اونکا رنگ ایسا ہو جاتا کہ گویا جسم سے خون نکل گیا۔ اور زبان خشک ہو جاتی تہی انتہی۔

ان روایات کے سوا اور بہت سی روایتین کتب سیر وغیرہ مین مروی ہین جنکا ماحصل یہہ ہے کہ اکابر دین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتہہ جو محبت تہی خارج از بیان ہے یہی وجہ تھی کہ اتباع اور اطاعت اعلی درجہ کی اون حضرات پر آسان ہوگئی تھی۔ اسی اتباع کی بدولت وہ حضرات اللہ تعالی کے محبوب ہوگئے۔ حدیث شریف مین وارد ہے ادبوا اولادکم علی خصال ثلاث علی حب نبیکم وحب اہل بیتہ وعلی قراءۃ القرآن الحدیث رواہ الدیلمی فی الفردوس عن علی رضی اللہ تعالی عنہ۔

یعنے اپنی اولاد کو تین چیزون کی تعلیم کرو اپنے نبی اور اونکے اہل بیت کی محبت اور قرآن کا پڑہنا۔ ظاہرا محبت کی تعلیم کی یہی صورت معلوم ہوتی ہے کہ حضرت کے پورے پورے فضائل وکمالات ذاتی اور ہماری احتیاج آپکے ساتہہ اور آپکا ہر مصیبت مین ہماری دستگیری فرمانا

وغیرہ امور لڑکون کو تعلیم کئے جائین جس سے اون کی نشو ونما حضرت کی محبت کیساتھہ ہواور
قاعدہ ہے کہ اوسیوقت کی تعلیم کا اثر طبیعت مین راسخ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آدمی
اپنے ماں باپ کی روش آئین کو اختیار کرتا ہے۔ ابن تیمیہؒ نے الصارم المسلول مین لکہا ہے
الایمان وان کان اصله تصدیق القلب فذلك التصدیق لابد ان یوجب حالا
فی القلب وعملا له وهو تعظیم الرسول و اجلاله ومحبته وذلك امر لازم
کالالم و التنعم عند الاحساس بالملائم والمغم یعنی اگرچہ ایمان کا اصل تصدیق قلبی
مراد ہے۔ لیکن ساتہہ یہہ بہی ضرور ہے کہ دل مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور اجلال او محبت
پیدا ہوا ور یہہ امر لازمی ہے جسطرح کوئی دکہہ دینے والی چیز کے احساس سے درد اور
لذت دار چیز کے احساس سے لذت پیدا ہوتی ہے۔

و قال ایضا فیه ان الله سبحانه اوجب لنبیا صلی الله علیه وسلم علی القلب
واللسان والجوارح حقوقا زائدة علی مجرد التصدیق بنبوته کما اوجب سبحانه
علی خلقه من العبادات علی القلب واللسان والجوارح امورا زائدة علی
مجرد التصدیق به سبحانه وحرم سبحانه لحرمة رسوله مایباح ان یفعل مع
غیره امورا زائدة علی مجرد التکذیب بنبوته ومن حقه ان یکون احب
الی المومن نفسه وولده وجمیع الخلق کما دل علی ذلك قوله سبحانه قل
ان کان آباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال
اقترفتموها وتجارة تخشون کسادها ومساکن ترضونها احب الیکم من الله
ورسوله۔ یعنی ابن تیمیہؒ نے صارم مسلول مین یہہ لکہا ہے کہ جس طرح خدائے تعالی نے
علاوہ مجرد تصدیق کے اپنی عبادت لوگون کے دلون اور زبانون اور جوارح پر مقرر کی ہے
اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق لوگون کے دلون اور زبانون اور جوارح پر مقرر کئے گئے ہیں
جو علاوہ تصدیق نبوت کے ہین اور کئی امور ایسے جو دوسرون کے ساتہہ جائز ہین۔ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کیوجہ سے وہ حرام کردئے گئے جسطرح تکذیب آپکی حرام ہے
منجملہ ان حقوق کے ایک حق آپکا یہہ ہے کہ آپکی محبت اپنی جان اور اولاد اور جمیع خلق سے

زیادہ ہونی چاہئیے جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے ۔

ابن تیمیہ نے الصارم المسلول مین لکہا ہے ان اللہ فرض علینا تعزیر رسولہ و توقیرہ و تعزیرہ نصرہ و منعہ و توقیرہ اجلالہ و تعظیمہ یعنے حق تعالیٰ نے ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر فرض کی ہے اور نیز ابن تیمیہ نے اوسمین لکہا ہے فقیام المدحۃ والثناء علیہ والتعظیم والتوقیر لہ قیام الدین کلہ و سقوط ذلک سقوط الدین کلہ یعنے مدح و ثنا و تعظیم و توقیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرنا دین کو قایم کرنا ہے اور اس کو ساقط کر دینا دین کو ساقط کر دینا ہے ۔

الحاصل جسطرح محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واجب ہے اسیطرح حضرت کی تعظیم توقیر و مدح و ثنا بھی واجب بلکہ فرض ہے ۔

اسلام

بحث اسلام کے معنے مین ۔

اسلام بمعنی انقیاد و گردن نہادن ہے ۔ کما فی لسان العرب الاسلام والاستسلام الانقیاد اور نیز بمعنے تفویض سے ہے جیسا کہ منتہی الارب مین ہے اسلم امرہ الی اللہ ای سلمہ و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسلمت نفسی الیک ای فوضت ۔

تمہید ابو شکور مین لکہا ہے کہ بعض فقہا ایمان و اسلام مین فرق کرتے ہین ۔ اور شیعہ کا قول بھی یہی ہے وہ کہتے ہین کہ جو شرایع کو ادا کرے اور علوم تاویل و تنزیل کو نجانے وہ مسلم ہے ۔ اور مومن وہ ہے جو حقایق و تاویل کو جانتا ہو ۔

معتزلہ کے نزدیک ایمان باطن مین ہے اور اسلام ظاہر مین ۔ گناہ کبیرہ سے آدمی ایمان سے نکل جاتا ہے اور اسلام سے نہین نکلتا اسلئے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا و لکن قولوا اسلمنا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایمان اور اسلام مین فرق کیا ہے چنانچہ ایمان کے باب مین فرماتے ہین ان تؤمن باللہ و ملئکتہ و کتبہ و رسولہ الخ ۔ اور اسلام کے باب مین اقامۃ الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ ۔ لیکن عامہ متکلمین اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ایمان ۔ اسلام ۔ معرفت اور توحید مین اگرچہ باعتبار لغت کے

فرق ہے لیکن حقیقۃً کچھہ فرق نہین اسلئے کہ جس مین یہہ چارون صفتین ہون وہ مسلمان ہے۔ اور جسمین ایک صفت بھی نہو وہ کافر ہے انتہی۔

ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر مین لکھا ہے۔ الاسلام ھو التسلیم ای باطنا والانقیاد لاوامر اللہ تعالیٰ ای ظاھرا۔ ففی طریق اللغۃ فرق بین الایمان والاسلام ولکن لایکون ایمان بلا اسلام والاسلام بلا ایمان فھما کالظھر مع البطن والدین اسم واقع علی الایمان والاسلام والشرائع کلھا۔ یعنے اسلام تسلیم باطنی اور انقیاد ظاہری کا نام ہے اگرچہ باعتبار لغت کے ان دونون مین فرق ہے۔ لیکن نہ ایمان بغیر اسلام کے ہوسکتا ہے نہ اسلام بغیر ایمان کے وہ دونون ایسے ہین جیسے ظاہر باطن کے ساتھہ اور دین کا اطلاق ایمان اور اسلام اور کل شرائع پر ہوتا ہے۔

شرح مقاصد مین لکھا ہے کہ اسلام دین کے معنے مین مشہور ہوگیا ہے اور لفظ ایمان مسلمان کے فعل قلبی کے نام سے اسی وجہ سے ایمان کے متعلقات بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً خداے تعالیٰ اور انبیاء وکتب وغیرہ پر ایمان لانا کما قال لاشتھار لفظ الاسلام فی طریقۃ النبی واعتبار الاضافۃ الیہ حتی صار بمنزلۃ اسم للدین محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلفظ الایمان فی فعل المؤمن من حیث الاضافۃ الیہ ولم یصر بمنزلۃ الاسم للدین ولھذا کثیرا ما یفتقر فی الایمان الی ذکر المتعلق مثل امنوا باللہ ورسولہ وغیر ذلک بخلاف الاسلام بحیث تصدیق ومعرفت سے یہہ بات معلوم ہوگئی کہ کفار کو معجزات وغیرہ دلائل سے یقین واذعان اس امر کا ہوجاتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہین۔ اور قرآن شریف کلام آلہی ہے۔ مگر استکبار وغیرہ اسباب سے بعض اپنے کفر ہی پر مصر رہتے اور بعض اوس اذعان کی بنا پر تصدیق کرکے مشرف باسلام ہوجاتے ہر چند اذعان اور یقین دونون ایک ہی قسم کے ہون مگر اہل اسلام تمام موانع کو دفع کرکے زبان اور دل سے اقرار و تصدیق کرتے ہین اور انقیاد وفرمان برداری قبول کرکے اپنی ذات کو خدا اور رسول کے تفویض کردیتے ہین کہ جسطرح چاہین اوس مین تصرف کرین اس لئے کہ جن اعضاء وقویٰ کے حرکات وسکنات مین انسان کے اختیار کو دخل ہے۔ اونمین شارع کا

تصرف ہی نافذ ہے کہ بعض حرکات وسکنات سے وہ روکے جائیں اور بعض عمل میں لائیں تا معلوم ہو جائے کہ تصرف شرعی کو پوری طور پر قبول کرتے ہیں یا نہیں مثلاً ہاتھ پاؤں سے جو کام متعلق ہیں اون میں یہہ حکم ہے کہ برے کام کے طرف ہاتھ نہ بڑہائیں او چل کر نہ جائیں زبانکو بدگوئی وغیرہ سے محفوظ رکہیں۔ علیٰ ہذالقیاس سماعت ابصارت تکلم۔ فرج۔ وغیرہ اعضاکو چند قسم کے افعال حرکات سے روکنے اور چند افعال کرنیکا حکم ہے۔ اسی طرح قوائ باطنی مثل خیال وغیرہ کو برے کاموں سے متعلق نکرنے اور اچھے کاموں سے متعلق کرنیکا حکم ہے۔ جنکی تفصیل علم فقہ واخلاق مین مذکور ہے۔

غرض حق تعالی نے انسان کو جن اعضا وقوی پر تصرف دیا اونمین آزمایش کے لئے اپنا بھی تصرف شرعی لگا رکہا ہے۔ اگر اس تصرف کو قبول نکرین تو نافرمانی کا الزام عاید ہوگا جس سے اپنا سراپا اور ظاہر وباطن کو اپنے خالق کے تفویض کر دینا صادق نہ آئیگا حالانکہ اوسکی ضرورت ہے حق تعالی سبحانہ فرماتا ہے۔ ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔ یعنے اللہ تعالی نے خرید کرلیا سب مسلمانونکی جان ومال کو بدلہ مین اسکے کہ اونکے لئے جنت ہے۔ جب مسلمان جان ومال سے بک گئے تو اونکے تسلیم کردینے مین کیا تامل۔ الحاصل مقتضائے ایمان یہی ہے کہ آدمی اپنی جان ومال خدا ورسول کو تسلیم وتفویض کردے جس سے اسلام کے پورے معنے صادق آجائین۔ یہی وجہ تہی کہ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی ہی خلاف قیاس بات سنتے فوراً اوسکو تسلیم کرلیتے تھے۔ اور کیونکر نہ کرتے اونکی عقلون نے تو ہر روز معجزات دیکھہ دیکھہ کر یقین کرلیا تہا کہ خدا تعالی کی قدرت ہماری عقول کی پابند نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک سے آسمانون پر تشریف لیجانا عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا موسیٰ علیہ السلام کا دریا کو عصا مار کر جدا کر دینا ابراہیم علیہ السلام کے روبرو پرند ونکا زندہ ہو جانا جنات وملائکہ کو چہپنے اور ظاہر ہونیکی قدرت عطا ہونا اسی جسم سے حشر کے روز اعضا وغیرہ امور جو قرآن شریف مین مذکور ہین اور وہ امور جنکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے گو معمولی عقل نہ مانے۔ مگر خدا کے تعالی کی قدرت مین کوئی بڑی بات نہین۔ الغرض جسکو اسلام کا دعوی ہے تو ضرور ہے کہ ظاہر وباطن کے ساتھہ

عقل کو بھی تسلیم خدا و رسول کر دے ورنہ اسلام کے ساتھہ ایمان کو بھی خیر باد کہنا پڑیگا کیونکہ تقریر بالا سے ظاہر ہے کہ یہہ اسلام گویا عین ایمان ہے۔ اور نیز اس آیۂ شریفہ سے بھی یہی ثابت ہے کما قال اللہ تعالی فی قصۃ ابراہیم علیہ السّلام یابنیّ انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری قال یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین فلما اسلما وتلہ للجبین وناديناہ ان یا ابراہیم قد صدقت الرؤیا یعنے ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے پیارے فرزند مین نے خواب مین دیکھا کہ تمہین ذبح کر رہا ہون تو تم غور کرو کہ کیا مناسب سمجھتے ہو۔ کہا اے پدر مہربان جو آپ کو حکم ہوا ہے اسکی تعمیل کیجئے مجھے بھی آپ انشاء اللہ تعالی صابرونمین پائینگے۔ پھر جب دونون نے حکم مانا اور پچھاڑا ابراہیم علیہ السّلام نے انکو ماتھے کے بل اور ہمنے انکو پکار کر کہا اے ابراہیم تم نے سچ کر دکھایا اپنا خواب۔ انتہی۔ دیکھئے فلما اسلما باواز بلند کہہ رہا ہے کہ اسلام اسے کہتے ہین کہ ادہر پدر شفیق اپنے جگر گوشہ کو ذبح کرنے پر مستعد خنجر بکف ہین اور ادہر نوجوان فرزند اپنے ناز گلے کو خنجر بران کے تلے رکھکر کہہ رہے ہین کہ اے حضرت امتثال امر مین دیر نکیجئے۔ اور یہہ خیال تک نہین کہ آخر جرم ہی کیا ہے جس کی سزا دیجا رہی ہے نہ طبیعت مین یہہ خلجان کہ خواب کی باتون پر تشدد کیا کسی کی معمولی عقل یہہ ہرگز قبول نہین کر سکتی کہ بے گناہ نوجوان لڑکا یون ذبح کیا جائے مگر سبحان اللہ کیا اسلام تھا کہ صاحبزادے نے باوجود اتمزاج و مشورہ لینے کے یہہ بھی نہ کہا کہ حضرت خواب کے لئے تعبیر بھی ہوا کرتی ہے جیسے دودھ کی تعبیر علم ہے آخر آپ نے یہی دیکھا کہ ذبح فرما رہے ہین یہہ ایک واقعہ ہے حکم آلہی نہین جس کی تعمیل ضروری ہو۔ بات یہی تھی کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام نے قرینۂ گفتگو سے معلوم کر لیا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اس خواب کی بنا پر ذبح کرنا منظور ہے اسلئے نبی کے خلاف مرضی چون وچرا کرنیکی مجال نہ پاکر اپنے ظاہر و باطن اور عقل کو تسلیم کر دیا۔

اب دیکھئے کہ اسلام کیسی چیز ہے کہ جسکے مقابلہ مین جان بھی کوئی چیز نہین سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ صحابہ کی بھی یہی حالت تھی کہ کیسی کیسی سختیان اون پر محض لفظ اسلام کی وجہ سے اٹھاتے تھے۔

عرب کی سخت دہوپ جس مین زمین پر پاون رکہنا مشکل ہے - ایسی دہوپ مین گرم پتہر پر برہنہ لٹاکر چہاتی پر پتہر رکہتے اور اقسام کے عذاب دیکر مجبور کرتے تھے کہ اسلام چہوڑ دین مگر اون شیفتگان اسلام پر اوسکا ذرا بہی اثر نہین ہوتا تہا - بخلاف اس کے اس زمانہ مین بعض لوگون کی یہہ حالت ہے کہ جان ومال کا خطرتو درکنار صرف اس احتمال پر کہ مخالفین اسلام کی موافقت مین اپنی دنیوی ترقی ہوگی اور شاید مخالفت ملت مانع ترقی ہو مخالفین کی ہان مین ہان ملادی تاکہ مذہبی تعصب کا الزام جاتا رہے اور کروڑہا مسلمان قرناً بعد قرن جن اعتقادات پر چلے آ رہے ہین اور یہہ جملہ رآمد لاکہون کتابون سے ثابت ہوتا ہے اوسکا کچہہ اعتبار نہین کیا اور تدبیر یہہ نکالی کہ فقہ وغیرہ خدا و رسول کا کلام نہونیکی وجہ سے قابل التفات نہین - رہی حدیث سو وہ متواتر نہونیکی وجہ سے بیکار رہے البتہ قرآن شریف متواتر ہے مگر اوسکی تفسیر جو مفسرین ومحدثین وسلف نے کی ہے وہ سب غلط ڈہکوسلے ہین قابل اعتبار وہ تفسیر ہے جو ہم کرتے ہین - اب تفسیر کی حالت سنئے - پہلے چند قواعد اپنے مطلب کے تراشے - منجملہ اون کے ایک یہہ ہے کہ جو مضمون قرآن کا خلاف عقل ونیچر ہو اوس مین تاویل کی ضرورت ہے پہر جو چاہا معنے لکہدیا اور وہ قرآن ہی نہ رکہا جسپر تیرہ سو برس سے مسلمانون کا عملدرآمد تہا اگر سچ پوچہئے تو قطع نظر اعتقادی بات کے اس نئی قرآن پر ایمان لانیکی خود ضرورت نرہی اسلئے کہ ایمان کی ضرورت تو جب ہو کہ کوئی بات اوسمین خلاف عقل ہو جو قائل کے اعتماد پر مان لیجائے - جب سرے سے کوئی بات بہی ایسی نہین تو اب ایمان کی ضرورت ہی کیا - یہہ تفسیر بلا مبالغہ ایسی ہے جیسے کافیہ کی شرح اسطرح سے کیجائے قوله الكلمة لفظ وضع لمعنى مفرد - اقول کلمہ سے کلمہ طیبہ مراد ہے یعنی لا الہ الا اللہ جو صرف توحید وتفرید کے واسطے وضع کیا گیا ہے جسکے معنے مفرد ہین یعنے ذات بحت جسکا کوئی شریک نہین قوله وهي اسم و فعل وحرف - اقول ضمیر ہی کلمہ کیطرف راجع ہے لیکن علی سبیل الاستخدام کلمہ سے مراد یہان ماسوا اللہ ہے - ماسوی اللہ کو کلمات اسواسطے کہتے ہین کہ سب لفظ کن سے پیدا ہوتے ہین - ماسوی اللہ تین قسم پر ہین اسم یعنے ذات مع الوصف فعل توحید افعالی کے لحاظ سے کل افعال جو عالم مین وجود مین آتے ہین افعال آلہی ہین فعل کا دوسرا مرتبہ اسلئے ہوا کہ افعال کے مناشی صفات ہین جو اسم مین ملحوظ ہین اصطلاحات

صوفیہ مین اسکی تعریف یہہ ہے الصورۃ المعلومیۃ فی عرصۃ العلم الالٰہی قبل انصباغہا بالوجود العینی کذا فی کشاف اصطلاحات پہر حروف دو قسم پر ہین حروف عالیات و سافلات حروف عالیات شیون ذاتیہ کو کہتے ہین جو علم غیب مین کامن ہین جیسے شجرہ نواۃ مین کما قیل۔ کنا حروفا عالیات لم تقل متعلقات فی ذرے اعلی القلل

چونکہ توحید تین قسم پر ہے توحید ذات جو کلمہ شہادت سے معلوم ہوئی اور توحید صفات جو اسم سے معلوم ہوتی ہے۔ اور توحید افعال جو فعل کا مدلول ہے اس لئے مصنف رحمہ نے تینون توحید کو علی الترتیب بیان کرکے حروف کو سب کے آخر مین ذکر کیا الخ۔

اب غور کیجئے کہ اس قسم کی شرح یا تفسیر کو مصنف کی مراد سے کچھہ بھی تعلق ہے۔ بیش از نیست کہ طبیعت آزمائی اور دل لگی خوب ہوگی اسیطرح ان تفسیرون کا حال ہے جو اس آخری زمانہ مین اپنی راے سے لکھی جاتی ہین۔

الغرض عقل سے خدا و رسول کے کلام کا مقابلہ کرنا اور اپنی عقل کو ترجیح دیکر نصوص قطعیہ کا انکار کرجانا نہ تفویض ہے نہ انقیاد پھر معلوم نہین کہ اسلام کے کیا معنے لئے جاتے ہین۔ بہر حال تسلیم و انقیاد مذکورہ بالا کا نام اسلام ہے اور اونکا حصول بغیر کامل تصدیق کے ممکن نہین اسیطرح کامل تصدیق کے بعد وہ دونون ضرور حاصل ہونگے اس سے یہہ بات ثابت ہے کہ ایمان و اسلام مین تلازم ہے۔

یہان یہہ شبہہ کیا جاتا ہے کہ تصدیق صرف اخبار سے متعلق ہے انشائیات مین نہین ہوا کرتی مثلاً کسی کام کا کسی کو حکم کرین اور وہ تصدیق کرکے کہے کہ آپ سچ کہتے ہین تو بیموقع سمجھا جائیگا پھر ایمان و اسلام مین تلازم کیونکر ہو جواب اس کا شرح مقاصد مین لکھا ہے کہ اوامر و نواہی کی تصدیق اس طور پر ہوگی کہ وہ سب حق اور من جانب اللہ ہین۔ اور اخبار کے متعلق ہونیکی یہہ صورت ہے کہ گو وہ خلاف عقل ہون اونکے ماننے اور تسلیم کرنے پر عقل مجبور کیجائے جیسے اعضا اوامر و نواہی کے انقیاد پر مجبور کئے جاتے ہین۔

اگر کہا جائے کہ احادیث سے ایمان و اسلام مین فرق ثابت ہے اسلئے کہ شارع علیہ السلام نے نماز روزہ وغیرہ اعمال جوارح کو اسلام قرار دیا ہے اور ایمان فعل قلبی کو۔

اسکا جواب یہہ ہے کہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ منافق کفار سے بھی بدترین حالانکہ یہہ
افعال برابر اون سے صادر ہوتے تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ صرف اعمال اسلام کیلئے
کافی نہین انقیاد معنوی اس کے لئے ضرور ہے۔ البتہ ایمان و اسلام مین فی الجملہ یہہ فرق
ہوسکتا ہے کہ اسلام کا بالذات تعلق اکثر افعال جوارح سے ہے اور ایمان صرف فعل قلبی ہے
اس مقام مین یہہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ حق تعالی فرماتا ہے و قالت الاعراب آمنا
قل لم تو منوا و لکن قو لوا اسلمنا یعنے بدونے کہا کہ ہم ایمان لائے اون سے کہئے
کہ تم ایمان نہین لائے یون کہو کہ اسلام لائے۔ اس سے ثابت ہے کہ دونون مین تلازم نہین
اسکا جواب یہہ ہے کہ اسلام کا لفظ کبھی صلح مین داخل ہونے کے معنی مین بھی آتا ہے
جیسا کہ لسان العرب مین لکھا ہے چونکہ اون لوگون کا اصلی منشا صلح کرنیکا تھا اور برائے نام آمنا
کہتے تھے اسلئے ارشاد ہوا کہ تم کو ایمان سے کیا تعلق تم تو صلح مین داخل ہونا چاہتے ہو اسلئے
اسلمنا کہو۔ یعنے دخلنا فی الصلح چنانچہ تفسیر درمنثور مین اس آیہ شریفہ کے شان نزول مین لکھا ہے کہ
عرب کا ایک قبیلہ حضرت کی خدمت مین آیا اور مسلمان ہونیکا احسان حضرت پر رکھکر کہا کہ جیسا فلان
قبیلہ آپسے لڑا تھا ہم نہ لڑینگے؛ اس سے ظاہر ہے کہ اونکو صلح مقصود تھی۔ الحاصل منافق پر
اسلام کا اطلاق نہونے سے ثابت ہوتا ہے کہ عرف شرع مین اسلام مرادف یا مساوی ایمان ہے
جس سے متبادر ہے کہ آیہ موصوفہ مین لفظ اسلام باعتبار عرف شرع مجازی معنے مین مستعمل ہے
اور اس آیہ شریفہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اصل اسلام دل سے متعلق ہے قولہ تعالی افمن
شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ۔

اور اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ عن صفوان ابن امیۃ عن ابیہ قال استعار
منی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذرعا من حدید فقلت مضمونۃ یا رسول اللہ
قال مضمونۃ فضاع بعضھا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان شئت غرمتھا
قلت لا لان فی قلبی من الاسلام غیر ما کان یومئذ رواہ الدارقطنی
فی المجتبی۔ یعنے امیہ کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فولادی زرہ مجھسے مستعار لی مینے
عرض کی کہ اگر وہ تلف ہوجائے تو اسکی قیمت عطا ہوگی فرمایا ہان اتفاقا وہ تہوڑا تلف ہوگیا

حضرت نے فرمایا کہ اگر چاہو تو اوس کا تاوان دو۔ مین نے عرض کی کہ اب ضرورت نہین آج میرے دل مین وہ اسلام ہے جو اوس روز نتھا۔

الحاصل اصل اسلام بھی مثل ایمان دل ہی سے متعلق ہے۔ مگر چونکہ اقوال و افعال سے اسلام ظاہر ہوتا ہے اس لئے جس سے یہ امور صادر ہون بحسب ظاہر اوسکو مسلمان کہنا چاہئے۔ چنانچہ امام موفق الدینؒ نے کتاب فضائل امام اعظمؒ رضی اللہ عنہ مین امام صاحب کا قول نقل کیا ہے کہ تصدیق کے باب مین تین قسم کے لوگ ہین بعض وہ ہین کہ خدا سے تعالی اور اوسکیطرف سے جو کچھہ آیا ہے سب کی تصدیق دل اور زبان سے کرتے ہین اور بعض صرف زبان سے تصدیق کرتے ہین اور بعض صرف دل سے۔ جو لوگ زبان و دل سے تصدیق کرتے ہین وہ اللہ کے نزدیک بھی مومن ہین اور لوگون کے نزدیک بھی۔ اور جو صرف زبان سے تصدیق کرتے ہین اور دل سے تکذیب وہ اللہ کے نزدیک کافر اور لوگون کے نزدیک مومن ہین اسلئے کہ لوگ نہین جانتے کہ دل مین کیا ہے۔ اونکو چاہئے کہ اقرار شہادت کیوجہ سے اونکو مومن کہین اور دل کا حال معلوم کرنیکی کوشش نکرین۔ اور جو لوگ دل سے تصدیق کرتے ہین اور بلحاظ تقیہ زبان سے تکذیب کرتے ہین وہ اللہ کے نزدیک مومن ہین اور ناواقف شخص کے پاس کافر انتہی۔ چونکہ کتاب مذکور چھپ گئی ہے اسلئے عبارت اوسکی نقل نہین کیگئی۔

خلاصہ یہہ ہے کہ کسی کو مسلمان کہنے کے لئے اوسکے دل کی کیفیت معلوم ہونا ضرور نہین اگر اسکی ضرورت ہوتی تو کسی کو مسلمان کہنا درست نہوتا جس سے مسلمانون مین منافرت بلکہ مخالفت پیدا ہو جاتی اس لئے شریعت نے حکم دیدیا کہ جس سے اسلام کے اقوال و افعال صادر ہون اوسکو مسلمان سمجھہ لو۔ اور اوس سے مخالفانہ برتاو نہ کرو۔ حق تعالی فرماتا ہے ولاتقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا یعنے اگر کوئی تمپر سلام کرے تو یہہ مت کہو کہ تو مومن نہین اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی توحید و رسالت کی گواہی دے اور نماز و روزہ وغیرہ ادا کرے تو اوسکے جان و مال سے کوئی تعرض نہین۔ الغرض بقرینہ ظاہر حال اسلام و ایمان باطنی پر حکم کیا جائیگا۔ اسی طرح اگر کفر پر قرینہ ہو تو بحسب ظاہر کفر کا حکم کیا جائیگا چنانچہ ابن تیمیہؒ نے الصارم المسلول مین لکھا ہے الایمان والنفاق اصلہ فی القلب

و انما الذی یظهر من القول والفعل دلیل علیه فاذا ظهر شیئ یرتب علیه
الحکم۔ شرح مقاصد وغیرہ مین لکھا ہے کہ بعض معاصی کو شارع نے عدم تصدیق کے
امارات وعلامات قرار دئے ہین جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنا قرآن شریف کو
نجاست مین پھینکدینا بت کو سجدہ کرنا وغیرہ امور انتہی۔ اس سے اہل اسلام سمجھ سکتے ہین کہ
اگر کوئی شخص یہہ قاعدہ قرار دے کہ جو امور قرآن وحدیث مین خلاف عقل ہون اون مین تاویل
کرنیکی ضرورت ہے جسکا مطلب یہہ ہوا کہ وہ نہ مانے جائین تو ایسے عقیدہ والے کو کیا
سمجھنا چاہئے۔

السیف المسلول مین امام تقی الدین نے لکھا ہے کہ اجماع اس امر پر ہوگیا ہے کہ جو مسلمان
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان کرے یا گالی دے اوسکا قتل واجب ہے۔ اور
لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے صاف حکم دیا کہ جو شخص اللہ تعالی کو یا کسی نبی کو گالی دے۔ اوسکو
قتل کر ڈالو اور امام شافعیؒ کا قول ہے کہ جو شخص کسی آیت قرآنی کیساتھ ہزل اور تمسخر کرے وہ
کافر ہوجاتا ہے باعتبار ظاہر ایسے شخص کی تکفیر کا حکم دیا جائے۔ ابن تیمیہؒ نے الصارم المسلول
مین لکھا ہے قال اصحابنا التعریض بسب اللہ وسب رسوله صلی اللہ علیه وسلم
ردة وهو موجب للقتل۔ وایضا قوله قال مالکؒ فی روایة المدنیین عنه
من سب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم او شتمه او عابه او تنقصه قتل
مسلما کان او کافرا۔ وایضا قوله وان یزعم ان زهده لم یکن قصدا
ولو قدر علی الطیبات لاکلها واشباه هذا قال فهذا الباب کله مما عده
العلماء سبا وتنقیصا یجب قتل قائله ولم یختلف فی ذالک متقدمهم و
متاخرهم وایضا قوله ان الساب ان کان مسلما فانه یکفر ویقتل بغیر خلاف
وهو مذهب الائمة الاربع وغیرهم وقد تقدم ممن حکی الاجماع علی ذالک
اسحاق بن راهویه وغیره۔ ماحصل ان روایات کا یہہ ہے کہ حق تعالی اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین گستاخی کرنے والا واجب القتل ہے۔ اگرچہ تنقیص شان کنایۃً
ہو۔ اگر کوئی کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد قصداً نہ تھا۔ اگر عمدہ چیزین ملتین تو آپ کھاتے

ایسے شخص کا بھی قتل واجب ہے۔

ان روایات سے یہہ بات ثابت ہے کہ ہرچند کوئی اسلام ظاہر کرے مگر جب قرائن مذکورہ اس مین پائے جائین تو وہ کافر سمجھا جائیگا۔ اور اوسکا یہہ کہنا کہ مین مسلمان ہون۔ یا شعارِ اسلام اوس سے ظاہر ہون کچھ مفید نہوگا۔ یہہ صرف ایک آیت کے انکار کا نتیجہ تھا کہ حق تعالی فرماتا ہے وتعزروه وتوقروه یعنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرو اب خیال کیاجائے کہ جس کسی کو خدائے تعالی کی قدرت مین کلام ہو کہ وہ عادت کے سوا کچھ نہین کرسکتا۔ اس قاعدہ سے کتنے آیات قرآنی کا انکار ہوجاتا ہے کل معجزات انبیائے سابق کا۔ حشر ونشر کا۔ جنت ودوزخ کا۔ جن وملائک وغیرہ جن کا وجود قرآن شریف سے ثابت ہے جب قرآن کا یہہ حال ہو تو حدیث کو کون پوچھے۔ اور جب خدا ورسول پر تہذیبی پیرایہ مین جھوٹ کا الزام لگایا جائے تو صحابہ اور علماء امت وغیرہم کس قطار وشمار مین پھر باوجود اِن تمام انکارون کے معلوم نہین کہ اسلام کِس چیز کا نام رکھا جاتا ہے۔ ھدانا اللہ وایاھم سواء السبیل۔

اس زمانہ مین مسلمانون کو اس قدر ضرور ہے کہ نہ ایسی تفسیرین دیکھین نہ اس قسم کی تقریرین سنین جس سے شک پیدا ہو۔ بلکہ دعا کرین کہ خدائے تعالی ہمکو اور انکو ہدایت کرے اور وہ ایمان و اسلام عطا فرماوے جو باعث نجات اخروی ہے وماتوفیقنا الا باللہ۔

یہ بات اوپر معلوم ہوئی کہ ایمان نہ معمولی تصدیق کا نام ہے نہ معرفت کا بلکہ جب تک دس چیزین نہون ایمان کا وجود نہین ہوسکتا۔ اگرچہ یہہ کام نہایت مشکل معلوم ہوتا ہے مگر خدائے تعالی کی طرف سے شرح صدر ہوجاتا ہے تو پھر کوئی دشواری باقی نہین رہتی۔ چنانچہ بخاری ومسلم کی اِس حدیث شریف سے ظاہر ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ غزوۂ احد مین ایک اعرابی بطور تفریح اس سادگی سے معرکہ جنگ مین آیا کہ ہاتھ مین کھجورین ہین اور بلاتکلف کھاتے ہوئے تماشا دیکھہ رہا تھا کہ یکبارگی دوسرا خیال پیدا ہوا جو باعث ہدایت تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر مین آپکی طرف سے لڑون تو میرا مقام کہان ہوگا آپ نے فرمایا جنت مین یہہ سنتے ہی کھجورین پھینک کفار کے لشکر پر حملہ آور ہوا اور دادِ جوانمردی دیکر مقصود کو پہونچ گیا

دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف خبر دی کہ اگر ہماری طرف سے لڑکر مروگے تو جنت مین داخل ہو جاؤگے نہ کوئی اونکو معجزہ دکھلانے کی ضرورت ہوئی نہ مناظرہ کی نوبت آئی صرف ایک ہی اشارہ نے وہ کام کیا کہ فوراً اونہون نے یہہ مان لیا کہ عالم کا ایک خالق ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بناکر بہیجا ہے وہ جو کچہہ کہتے ہین صحیح اور اس قابل ہے کہ اگر اوسپر عمل کیا جائے تو سعادت ابدی حاصل ہوتی ہے اور وہ مقام ملتا ہے جو صرف راحت او رعیش کیلئے بنایا گیا ہے گو اونہون نے زبان سے کچہہ بھی نہین کہا مگر یہہ سب امور او تصدیق یقین اونکی ایک تصدیق مین شامل ہین ۔ پہر صرف تصدیق ہی نہین بلکہ عملی طور پر یہہ دکہلادیا کہ ایمان والے خدا ور رسول کے حکم کے بعد نہ اپنی محبوبہ کی بیوہ ہونے کی پروا کرتے ہین نہ اولاد کے یتیم ہونیکا خیال بلکہ پروانہ کیطرح جان کو فدا کر دیتے ہین ۔ بخلاف اس کے بہت سے لوگ عمر بہر معجزے دیکہا کئے اور پوری معرفت حاصل تھی کہ حضرت اللہ کے رسول ہین پہر اوسپر حضرت نے ترغیبین بہی دین کذا فی تفسیر ابن جریر وغیرہ ۔ اور فرمایا کہ اگر تم ایک کلمہ کہدوگے یعنے لا الٰہ الا اللہ تو تمام عرب تمہارا مطیع و منقاد ہو جائیگا ۔ او رعجم خراج و جزیہ تمہین دینگے ۔ اور یہہ یقین بہی تہا کہ حضرت کبہی جہوٹ نہین کہتے باوجود اسکے اوس ایک کلمہ کی تصدیق اون سے نہو سکی اور کہنے لگے اجعل الالہۃ الٰہا واحدا ان ھذا الشیٔ عجاب یعنے تمام معبودون کو ایک بنادیا یہ عجیب بات ہے ۔ اونکی درایت گویا یہہ کہتی تہی کہ اتنے معبودون سے تو کام چل ہی نہین سکتا پہر ایک معبود اس تمام عالم کا کام کیونکر چلا سکے اور جن لوگون نے یہہ خیال کرلیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ تو کہتے ہی نہین اور اون کے دعوی رسالت پر معجزات بہی گواہی دے رہے ہین تو اب اونکی تصدیق کرنے مین کیا تامل ۔ چنانچہ اونہون نے اوس ایک کلمہ کی کیا اس قسم کی کل باتون کی تصدیق کرلی اور اونکے قول کے مقابلہ مین عقل کی ایک نمانی اور یہی گروہ یوماً فیوماً ترقی کرنے لگا پہر جب اہل ایمان کی ترقی دکہلا کر اون پابندان عقل و درایت سے کہا کہ تم کیون نہین ایمان لاتے تو اوسکے جواب مین اونہون نے کہا وہ لوگ بیوقوف ہین جو خلاف عقل باتون کا یقین کر لیتے ہین ۔ کیا ہم بہی اونکی طرح

اون کو ایمان سے روکا۔ اور اوس جماعت نے جو اون پابندان درایت کی۔ النسٹ بین سفیہ اور احمق تہی اس درجہ ترقی کی کہ اون عقلا کو اپنا قول واپس لینا پڑا چنانچہ سوا اسے معدودے چند متعصب لوگون کے جو ہٹ دہرمی سے اپنی بات پر اڑے رہے کل عقلا گروہ اہل ایمان مین شامل ہوگئے اور یہان تک نوبت پہونچی کہ فوج فوج از خود آکر ایمان لانے لگے۔ کما قال تعالی ورائیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً۔ مگر ہر زمانے کے متعصب کفار مسلمانون پر یہہ الزام لگاتے رہے کہ یہہ لوگ خلاف عقل باتون کو مانتے ہین؛ اور ایک نہ ایک جماعت اہل اسلام کی اس الزام کے اوٹہانیکی کوشش مین لگی رہی چنانچہ معتزلہ نے فلسفہ سے مدد لیکر بہت سی آیتون کی تاویل کرڈالی اور اونکو عقل کے مطابق کردیا اور قرآن کو ایسا بنادیا جیسے کافیہ کی شرح مذکور پہر کہ آمد بران مزید کرد کا مضمون صادق آگیا یہانتک کہ اب تو یہ نوبت پہونچی ہے کہ آج کل کے اعتقادات وعملیات کو قرآن وحدیث سے ملا کر دیکہین تو ہرگز نہ معلوم ہوگا کہ اونسے کیا تعلق ہے۔ اور قرآن تو ایسا بنا لیا گیا کہ اب اوسپر ایمان لانیکی ضرورت ہی نہ رہی کیونکہ اوسمین ایسی بات ہی نہ رکہی جسکے ماننے مین معمولی عقل کو تردد ہو اور ایمان کی ضرورت پڑے۔ مثلاً الم ترکیف مین جو مذکور ہے کہ پرندون نے بحکم خدائے تعالیٰ ایک لشکر عظیم کو ہلاک کرڈالا جسکے ماننے مین عقل کا امتحان ہوا تہا کہ آیا خدا و رسول کی بات قابل قبول سمجہتی ہے یا نہین اور عقل کو مجبور و مقہور کرکے اوسپر ایمان لانیکی ضرورت سمجہی جاتی تہی اور اب اوسکی ضرورت ہی نہ رہی۔ اسلئے اوسکا یہہ مطلب بنا لیا گیا کہ لشکر نے پڑاو کیا اور کوئی بیماری لشکر مین پہیلی تہی جس سے لوگ ہلاک ہوگئے نہ وہان پرندے تہے نہ کنکریان سرے سے وہ قصہ ہی غلط ہے جسپر قدیم زمانہ اسلام سے آجتک لوگ ایمان لاتے رہے۔ اگر اون سے کہا جائے کہ جسطرح تیرا سو سال سے لوگ ایمان لا رہے ہین تم بہی ایمان لاؤ تو صاف کہا جائیگا انؤمن کما آمن السفہاء۔ یعنے کیا پرانی فیشن والونکی طرح ہم خلاف عقل باتونکا یقین کرینگے ہرگز نہین چونکہ آجکل کے محاورہ مین پرانی فیشن والے احمق سمجہے جاتے ہین اسلئے سفہا کے ترجمہ مین وہ لفظ لکہا گیا ہے۔

ہر چند اس لفظ کا صدمہ گالی سے کم نہین مگر ایک جہت سے ہم لوگونکو خوش بہی ہونا چاہئے اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو صحابہ کو عقلا نے جو لقب دیا تہا وہ لقب آج ہمکو دیا جا رہا ہے

اور غالباً صحابہ بھی اوس لقب سے ناراض ہوے ہونگے اسلئے کہ سفہا کہنے والونکی نسبت
حق تعالیٰ فرمایا ۔ الا انھم ھم السفھاء ولکن لا یعلمون یعنے یاد رہے کہ جو اہل ایمانکو
سفہا کہتے ہین وہی سفہا ہین لیکن وہ جانتے نہین ۔ دیکھیے اہل ایمان کی کیسی فضیلت ہے کہ
خود حق تعالیٰ نے اونکی تشفی کیلئے فرمایا کہ جو لوگ تمکو بے وقوف کہتے ہین دراصل وہی بیوقوف
ہین ۔ ظاہرا اس تشفی دینے کی وجہہ یہہ معلوم ہوتی ہے کہ آدمی کی فطرت مین داخل ہے کہ
سفیہہ اور احمق کہنے سے بڑا رنج ہوتا ہے ۔ اعلیٰ درجہ کے احمق بلکہ کم عمر لڑکے کو بھی اگر کہا جائے
کہ سفیہہ اور احمق ہے تو اوسکو رنج ہوتا ہے اور حتی الوسع وہ کوشش کرتا ہے کہ یہہ لفظ اپنی نسبت
نہ کہا جائے چنانچہ یہہ امر مشاہد ہے کہ پرانی فیشن کا الزام نہ آنیکی غرض سے کیسی کیسی مصیبتین اوٹھائی
جاتی ہین اکثر خیر مشائخین وعلما وغیرہم کا دل گوارا نہین کرتا کہ اپنا آبائی لباس اور وضع ترک کرین
مگر اس ڈر کے مارے کہ کوئی یہ نہ کہدے کہ پرانی فیشن والے ہین مجبوراً لباس بدلدیتے ہین
اور صرف لباس ہی نہین بلکہ ڈاڑہی کو بھی خیرباد کہدیتے ہین اور اگر کسی ضرورت کے لحاظ سے
ڈاڑہی رکھہ بھی لی تو خاص قسم کی قطع وبرید کرکے تا کہ پرانے لوگ سمجھ جائین کہ کسیطرح صفحہ پر ڈاڑہی
تو ہے اور اوسی پر قناعت کرلین اور نئی روشنی کے لوگ بھی چون وچرا نہ کرسکین اس لئے کہ وہ
نئی فیشن ہے جسکی تقلید بھی روشن خیالی سمجھی جاتی ہے غرض کہ سفاہت کا الزام اہل ایمان کو سخت صدمہ
پہونچانیوالا تہا جس سے احتمال تھا کہ وہ شکستہ خاطر ہوکر الزام اوٹہانیکی فکر کرینگے اسلئے حق تعالیٰ نے
اونکے حوصلے بڑہانے کیلئے فرمایا کہ تم سفہا نہین ہو بلکہ وہی سفہا ہین جو تم کو سفیہہ کہتے ہین ۔ اس سے
اہل ایمان کو کمال درجہ کا افتخار حاصل ہوگیا کہ سفاہت کو حق تعالیٰ نے اونہی لوگون مین منحصر کردیا
جو ہمین سفہا کہا کرتے ہین جیسا کہ انھم ھم السفہا کی ترکیب سے ظاہر ہے جس سے یہہ ثابت ہوا کہ
حق تعالیٰ کے نزدیک ہم عقلا ہین اسی وجہ سے فاتقون یا اولی الالباب کا خطاب ہوا کیونکہ خدا سے
ڈرنے والے وہی لوگ ہین جنکا ایمان کامل ہے ورنہ خدا کا خوف تو درکنار جن لوگون پر خوف الٰہی
غالب ہوتا ہے اون سے اس زمانہ مین تمسخر کیا جاتا ہے ۔ اور اونپر بہتان اڑائے جاتے ہین
جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین بھی اہل ایمان کے ساتہہ تمسخر کیا جاتا تہا جیسا کہ حق تعالیٰ
فرماتا ہے ۔ زین للذین کفروا الحیوۃ الدنیا ویسخرون من الذین امنوا والذین

اتقوا فوقھم یوم القیمۃ یعنے کافرون کو زندگی دنیا کی اچھی معلوم ہوتی ہے اور وہ
ایمان والون کے ساتھہ تمسخر کرتے ہین اور جو لوگ متقی ہین قیامت کے روز اونکے اوپر ہونگے
یعنے جنت مین ۞ اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان کیساتھہ تمسخر کرنا عقلا کا لازمہ ہے اور ہونا بھی چاہیے
اس لئے کہ جب اہل ایمان عقلا کی دانست مین سفہا اور بیوتوف ٹھہرے تو بے وقوفون کیساتھہ
تمسخر کرنے کو خواہ مخواہ آدمی کا جی چاہتا ہے جس سے ایک قسم کا سرور رہتا ہے اس موقع مین
اہل ایمان کو فراخ حوصلگی سے کام لیکر یہہ سمجھنا چاہیئے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم بحسب وعدۂ آلہی
آخرت مین دایمی عیش و عشرت اور فرحت و سرور رہین رہین گے اگر وہ لوگ چند روز
دنیا مین تمسخر سے اپنا دل بہلالین اور سرور حاصل کرین تو بے موقع نہو گا کیونکہ آخر وہ بہی بندگا خدا
ہین کم سے کم اتنا تو چاہیئے کہ اس عالم مین ہر طرح سے سرور حاصل کرین۔
اب ہم اپنی تقریر کو اس دعا پر ختم کرتے ہین کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کے طفیل سے جمیع اہل اسلام کو ایمان کامل عطا فرماکے دارین مین فائز المرام رکھے
آمین یارب العالمین وَصَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلٰی خَیرِ خَلقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ
اَصحَابِہٖ اَجمَعِینَ بِرَحمَتِکَ یَا اَرحَمَ الرَّاحِمِینَ

تمت

اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ

حالات مدرسہ نظامیہ

چونکہ یہہ کتاب مدرسہ نظامیہ سے شایع ہوتی ہے اس لحاظ سے مناسب معلوم ہوتا
کہ معزز ناظرین کتاب ہذا کو اس کے مختصر حالات سے آگاہ کیا جاے لہذا تہوڑے
حالات اس مدرسہ کے یہان لکہے جاتے ہین +

یہہ قومی واسلامی اور دینی مدرسہ ۱۲۹۲ھ ہجری مین چندہ سے قایم کیا گیا۔
اور تقریباً سولہ ۱۶ سال تک بحیثیت ایک مکتب کے چلتا رہا ۱۳۰۸ھ ہجری سے توجہات
عالیجناب حضرت مولانا مولوی محمد انوار اللہ خانصاحب بہادر قبلہ استاد صاحبزادہ
صاحب ولیعہد بہادر بلند اقبال ادام اللہ اقبالہ اسکی ترقی شروع ہوی چنانچہ حضرت
ممدوح کی سعی سے بدفعات تین سات سو روپیہ ماہوار امداد سرکار سے جاری ہوے
اور بتوجہات مولانا ممدوح اور اقبال یار جنگ مرحوم نواب افسر الملک بہادر نے ایک قدیم
مستحکم سرا جو قطب شاہون کے وقت کی تعمیر شدہ اون کے علاقہ مین تریب چوک
ہتی سے منظوری حاصل کر کے مدرسہ کو تفویض کی جس مین اب وہ مدرسہ
قایم ہے اور ۱۳۱۱ھ ہجری مین اہل خیر کی امداد سے مدرسہ کے صحن مین ایک دہ دردہ
حوض تیار ہوا اور سرکار نے اپنی فیاضی اور دریا دلی سے میر عالم کے تالاب کا نل نہیر
پہونچایا جو اب تک موجود اور جاری ہے۔

اور بدفعات معاونین مدرسہ کی توجہہ اور رقم جرم قربانی سے کل مدرسہ مین سنگ سیلو کا
فرش کیا گیا اور حوض کے متصل پختہ سائبان بنایا گیا اور نیز پختہ باورچیخانہ اور پاخانے
بنوائے گئے اور ایک پختہ مکان بغرض اغراض مدرسہ کے لئے تیار کیا گیا اور طلبہ کو سامان
رکہنے کے لئے تقریباً سو الماریان بنوا دی گئین +

یہان تو مولانا صاحب ممدوح ابتدا ہی سے بطور خود ہمیشہ اس مدرسہ کے سرپرست رہے مگر ۱۳۱۵ف سے حسب الحکم مدار المہام سرکار عالی مندرجہ جریدہ اعلامیہ مطبوعہ ۲۸ بہمن ۱۳۱۵ف یہہ مدرسہ بلا مداخلت غیرے آپ ہی کے سپرد کیا گیا اور اوسوقت حضرت ممدوح نے تکمیل انتظام و ترقی کی غرض سے اسکا نظم و نسق ایک مجلس سے متعلق کیا جس نے مولانا صاحب موصوف کو میر مجلس تسلیم کرکے دو جلسے قرار دئے۔

(۱) سالانہ جلسہ جو صدر جلسہ کے نام سے موسوم ہے۔

(۲) جلسہ انتظامی جو عند الضرورت منعقد ہوتا رہتا ہے۔

صدر جلسہ کے اراکین اکثر عمائدین اور علماء بلدہ ہین سال مین ایک مرتبہ تشریف فرما ہوتے ہین او آمد و خرچ سالانہ کی تنقیح کرکے کلیہ امور کا انتظامی تصفیہ فرماتے ہین جلسہ انتظامی کے اراکین کا انتخاب بھی اسی صدر جلسہ مین ہوا کرتا ہے جب سے اس مدرسہ نے ترقی کے زینہ پر قدم رکھا بفضلہ تعالیٰ کے طلبہ فارغ التحصیل ہوکر اپنے اپنے وطنون کو روانہ ہوگئے چونکہ ہندوستان وغیرہ دیگر ممالک مین اس قسم کے جلسون مین عام رواج ہے کہ اہل خیر اور ذی استطاعت حضرات اپنی اپنی حیثیت کے مطابق زر نقد وغیرہ سے مدرسہ کی تائید فرماتے رہتے ہین برخلاف اسکے ہمارے شہر مین اوسکی عادت نہین بلکہ بجائے آمدنی مدرسہ پر جلسہ کے اخراجات کا سخت بار پڑتا ہے لہذا یہ جلسہ بے ضرورت سمجھا گیا تھا مگر اکثر اراکین و معاونین مدرسہ کی رائے ہوئی کہ بلحاظ زمانہ اس قسم کی نمایش کی ضرورت ہے اس لئے چند سال سے یہہ جلسہ برابر ہوا کرتا ہے اور بفضلہ تعالیٰ ہر سال دس پانچ طالب علمونکی دستاربندی ہوتی رہتی ہے مدرسہ کے تمام کاروبار میر مجلس صاحب سے متعلق ہین آپ کی بلا اجازت کوئی طالب علم وظیفہ خوارون یا امیدوارون مین شریک نہین ہوسکتا آپ کے ماتحت دو صیغے ہین ایک صیغہ نظارت دوسرا صیغہ انتظامی۔

صیغہ نظارت سے مالی امور متعلق ہین اور صیغہ انتظامی سے انتظام تعلیم۔

ان دونون صیغون سے روزانہ کیفیت میر مجلس صاحب کے پاس پیش ہوتی رہتی ہے اور جو احکام وہان سے صادر پاتے ہین اوس کی تعمیل فوراً ہوجایا کرتی ہے اور میر مجلس صاحب

بنفس نفیس روزانہ چند طلبہ کا امتحان علی الترتیب اس غرض سے لیا کرتے ہیں کہ طلبہ کے
شوق محنت اور طبیعت اور اساتذہ کی توجہ اور طرز تعلیم کا اندازہ ہوا کرے ۔ اور اگر
تعلیم میں کسی قسم کا نقص محسوس ہوتا ہے تو وقتاً فوقتاً اساتذہ کو توجہ دلائی جاتی ہے
اور طلبہ پر اثر ڈالا جاتا ہے ۔

صیغہ انتظامی سے امور ذیل متعلق ہیں

انتظام تعلیم ۔ اساتذہ اور طلبہ کو قواعد و ضوابط مدرسہ کے پابند کرنا اور تحتانی جماعتوں کا امتحان
وغیرہ دیگر امور انتظامی ۔

چونکہ سر دین کا مدار ا وسکے علوم مختصہ پر ہے ۔ اور یہہ ظاہر ہے کہ اگر وہ علوم مفقود ہوں
تو وہ دین باقی نہیں رہ سکتا اور فی زمانا یہہ امر مشاہد ہے کہ عموماً لوگ دنیوی علوم کی طرف
متوجہ ہوگئے ہیں ۔ جس کی وجہ سے دینی مدارس بہت کم خال خال نظر آتے ہیں اس لئے
یہہ مدرسہ خاص اس غرض سے قایم کیا گیا ہے کہ اس میں صرف وہ علوم پڑھائے جائیں
جنکو علماء پڑھکر بقدر ارقوم ہو سکیں ۔ فتحار حاصل کرتے رہے ہیں چنانچہ بحمد اللہ وہ
اپنی اس غرض کو انجام دینے میں نہایت سرگرم ہے ۔

اگرچہ علوم عربیہ کی قدیم و جدید بہت سی کتابیں ہیں مگر اس مدرسہ کا نصاب وہی مقرر کیا گیا
جو ہزار ہا علماء کے تجربہ سے اس غرض کے لئے مفید ثابت ہو چکا ہے یعنے ۔ سلسلہ کے
(سلسلۂ نظامیہ) جس کے فیوض و برکات کو تمام ہندوستان کیا بلکہ دوسرے اقالیم
علماء بھی جانتے ہیں ۔ اگرچہ چودہ سال کی مدت اس نصاب کی تکمیل کے لئے مقرر
کی گئی ہے مگر طرز تعلیم کچھہ ایسی زود اثر اور مفید رکھی گئی ہے کہ اکثر ذکی اور شوقی طلبا
سات آٹھہ ہی سال میں فارغ التحصیل ہوکر سند تحصیل حاصل کر لیتے ہیں ۔

ربع قرآن مجید کے بعد ہر طالب علم متوسط اور ذکی دو سبق اور عربی شروع ہونے کے بعد
اقلاً تین سبق پڑھنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور ہر ادب کی کتاب کے ساتھہ مسودہ نویسی
لازم کر دیگئی ہے ۔ اسوقت درجۂ ہذا میں چھوٹے بڑے (۲۳۰) مدرس ہیں
مدرسہ کا وقت ہمیشہ دس سے چار تک معین ہے مگر جمعہ کو ... سے ۱۲ بجے تک و ...

دن سیٹے تک کسی نہ کسی جماعت کو پڑہاتے رہتے ہین تاکہ شوقین طلبہ کو اوقات مدرسہ کے سوا بہی ہر وقت سبق پڑہنے کا موقع ملتا رہے اگرچند طالب علم بوجہ تعارض اوقات کسی کتاب مین شریک نہوسکین تو وہ کتاب مکرر دوسرے اساتذہ کے پاس بہی شروع ہوا کرتی ہے اسوقت جو کتابین ماہ رجب مین زیر تدریس تہین اونکی فہرست یہہ ہے۔

(۱ تفسیر و حدیث) بیضاوی شریف ۲ جگہ - جلالین شریف ۵ جگہ - مسلم شریف ۱ جگہ - ترمذی شریف ۲ جگہ

نسائی شریف ایک جگہ - ابن ماجہ شریف ایک جگہ - مشکوٰۃ شریف ۳ جگہ - موطا امام محمد رح ایک جگہ

(۲ فقہ و فرایض) ہدایہ اخیرین ۲ جگہ - شرح وقایہ اولین ۳ جگہ - کنز الدقایق ۱ جگہ

قدوری ۲ جگہ - منیۃ المصلی ۱ جگہ - مالابد منہ ایک جگہ - سراجی ۱ جگہ

(۳ اصول حدیث و فقہ) شرح نخبۃ الفکر ۲ جگہ - مسلم الثبوت ۲ جگہ - تلویح توضیح ۲ جگہ

نور الانوار ۵ جگہ - اصول شاشی ۳ جگہ

(۴ مناظرہ و کلام) رشیدیہ ۳ جگہ - امور عامہ ۱ جگہ - شرح عقائد مع خیالی ایک جگہ

(۵ نحو و صرف) شرح جامی ایک جگہ - کافیہ ۲ جگہ - ہدایۃ النحو ۳ جگہ - نحو میر ۱ جگہ

شرح ماتہ عامل - (۲) جگہ

شافیہ ۱ جگہ - فصول اکبری ۲ جگہ - صرف میر ۳ جگہ - پنج گنج ۵ جگہ - منشعب و میزان ۴ جگہ

(معانی وعروض) مطول - مختصر معانی - تلخیص المفتاح - محیط الدائرہ
۱جگہ ۱جگہ ۱جگہ ۱جگہ

(تاریخ وادب) تاریخ الخلفاء - دیوان حماسہ - متنبی - سبع معلقہ
۱جگہ ۱جگہ ۱جگہ ۱جگہ

مقامات حریری - مقامات بدیعی - بی اے کورس عربی - انٹرنس کورس عربی
۲جگہ ۱جگہ ۱جگہ ۳جگہ

اخوان الصفا - اطواق الذہب -
۱جگہ ۱جگہ

(منطق وفلسفہ) قاضی مبارک - حمد اللہ - میرزاہد غلام یحیی -
۲جگہ ۲جگہ ۳جگہ

میرزاہد ملا جلال - ملا حسن - سلم العلوم - میر مع تصورات قطبی -
۲جگہ ۲جگہ ۲جگہ ۱جگہ

تصدیقات قطبی - شرح تہذیب - تہذیب - میزان منطق - ایساغوجی
۳جگہ ۲جگہ ۲جگہ ۳جگہ ۲جگہ

کبری - صغری - شمس بازغہ - صدرا - شرح چغمینی -
۲جگہ ۲جگہ ۲جگہ ۲جگہ ۲جگہ

تصریح - ۲جگہ -

(نظم ونثر فارسی) دیوان حافظ - ابوالفضل - انوار سہیلی - اخلاق محسنی
۱جگہ ۱جگہ ۱جگہ ۲جگہ

بوستان - گلستان - فارسی کی دوسری - فارسی کی پہلی - آمدن نامہ
۵جگہ ۴جگہ ۳جگہ ۳جگہ ۱۲جگہ

وغیرہ دیگر کتب تحتانی -

اگرچہ اس مدرسہ میں سو طلبہ کے خوراک وغیرہ کی گنجایش ہے مگر میر مجلس حسب

سعی سے اسوقت عطیات وغیرہ کی اتنی رقم جمع ہوئی ہے کہ اکثر سنہ سے
زیادہ ہی وظیفہ خوارونکی تعداد ہروقت رہا کرتی ہے۔ چنانچہ اسوقت مدرسہ مین
(۲۲۰) طلبہ بود وباش رکھتے ہین۔ جنکے اکل وشرب درسی کتب وغیرہ دیگر حوائج
کا اہتمام مدرسہ ہی کے طرف سے کیا جاتا ہے۔ انہین سے صرف سو طلبہ کو لباس
گرما وسرما بھی مدرسہ ہی کی جانب سے دیا جاتا ہے۔

اس مدرسہ مین دو کتب خانہ موجود ہین۔

(۱) وہ کتب خانہ جس سے طلبہ کے لئے درسی کتب دیجاتے ہین

(۲) وہ لائبریری (کتب خانہ) جس مین ہر فن کے غیر درسی کتب کا معتد بہ ذخیرہ
طلبہ کے مطالعہ کی غرض سے جمع کیا گیا ہے تاکہ اون کے استعداد مین کافی اضافہ
اور معتد بہ ترقی ہو۔ اور بعض علمی پرچہ اور اخبار اہل خیر اس مین ارسال فرماتے
رہتے ہین جسکا نام کتب خانہ امداد المعارف ہے یہہ دونون کتب خانہ
منتظم صاحب کے زیر نگرانی ہین۔ سال حال مین صرف ششماہی آمد وخرچ تخمیناً
نو ہزار (۹۰۰۰) کے قریب رہا جس سے بعض اصحاب کا یہہ خیال ہوسکتا ہے
کہ مدرسہ اعلی درجہ کی مالی ترقی کر گیا ہے لیکن مدرسہ جن دینی خدمات کو انجام دینا
چاہتا ہے اگر اونکی اہمیت اور وقعت پر نظر ڈالی جائے تو تجربہ کار حضرات
سمجھ سکتے ہین کہ اس کو ابھی بہت کچھ مالی ضرورتین لاحق ہین۔ یون تو شوقین طلبہ
بطور خود پہلے سے ہی تقریرین کیا کرتے ہین مگر سنہ ۱۳۱۹ ہجری سے اس کا
خاص طور پر اہتمام کیا گیا ہے کہ تحتانی طلبہ دوشنبہ کے روز اور فوقانی طلبہ
پنجشنبہ کے روز اخلاقی کلامی۔ فلسفی اور اعتقادی مسائل پر لکچر اور وعظ
بیان کیا کرین۔ اگرچہ کہ طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے کچھہ وظائف مقرر کرنیکی ضرورت
تھی مگر افسوس کہ مدرسہ ایسی کی مالی حالت نہین ہے کہ اس قسم کے
امور کی جانب توجہ کرسکے۔ چنانچہ گوشوارہ آمد وخرچ بابتہ سنہ ۱۳۱۰ ف
ملاحظہ ہو۔

استفتاء

کیا فرماتے ہین علماء دین متین مفتیان شرع مبین اس مسئلہ مین کہ جب مرزائیون سے کہا جاتا ہے کہ وحی آسمانی نبوت کے ساتھہ ہی منقطع ہوگئی اب کسی پر بحیثیت نبوت وحی نہین اترسکتی تو وہ اسکے جواب مین شہد کی مکھی پر وحی ہونا وغیرہ آیات پیش کرکے قرآن شریف مین اقسام کے من مانی ایسی تاویلین کرتی ہین جو تفاسیر متداولہ قدماء کے بالکل خلاف مین ہے آپ اس مین جو کچھہ تحقیق ہو تحریر فرماکر عنداللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہون فقط

اَلجَوَابُ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حَامِدًا وَمُصَلِّیاً وَمُسَلِّماً

حق تعالی جسطرح وحی اپنے خاص بندون پر فرماتا ہے اسیطرح شیطان بھی اپنے خاص دوستون پر کرتا ہے اور اس سے اسکا مقصود یہہ ہوتا ہے کہ وہ مسلمانون کے ساتھہ جھگڑے کرین۔ چنانچہ خود قرآن شریف سے یہہ بات ثابت ہے آٹھوین پارہ کے پہلے رکوع مین ہے۔ قولہ تعالی۔ ان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم لیجادلوکم وان اطعتموھم انکم لمشرکون یعنے شیطان اپنے دوستون کی طرف وحی کرتے ہین اس غرض سے کہ وہ لوگ تم (مسلمانون) سے جھگڑے کرین اور اگر تم (لوگ) اونکی اطاعت کروگے تو مشرک ہوجاوگے۔ انتہی۔

چنانچہ مرزا صاحب کی تحریر سے بھی کشف والہام مین شیطان کی مداخلت ثابت ہے جیسا کہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۶۲۷) مین لکھتے ہین کہ

"میان عبدالحق صاحب غزنوی اور مولوی محی الدین صاحب کو الہام ہوے کہ مرزا صاحب جہنمی ہین اور کبہی اپنے الحاد سے باز نہ آئینگے اور ہدایت پذیر نہونگے" اسکے جواب مین مرزا صاحب لکہتے ہین کہ جب انسان اپنے نفس اور خیال کو دخل دیکر کسی بات کے انکشاف کے لئے توجہ کرتا ہے خاص کر اوس حالت مین کہ جب اوس کے دلمین یہہ خواہش مخفی ہوتی ہے کہ میری مرضی کے موافق کسی کی نسبت کوئی برا یا بہلا الہام مجہے معلوم ہو جاوے تو شیطان اوس وقت اوسکی آرزو مین دخل دیتا ہے اور کوئی کلمہ اوسکی زبان پر جاری ہوجاتا ہے اگر وہ بلا توقف نکالا جاتا ہے۔ انجیل مین بہی لکہا ہے کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کی ساتہہ بدلکر بعض لوگون کے پاس آجاتا ہے اور نیز لکہا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت مین چارسو نبی نے اوسکی فتح کے بارہ مین پیشین گوئی کی اور وہ جہوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی اسکا سبب یہہ تہا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تہا نوری فرشتہ کی طرف سے نہین تہا اور نبیون نے دہوکا کہا کر ربانی سمجہا۔ انتہی۔

مرزا صاحب کے اعتراف سے ثابت ہے کہ شیطان نوری شکل مین آتا ہے جسکی نبیونکو بھی شناخت نہین ہوسکتی چنانچہ چارسو نبی دہوکا کہا کر جہوٹے ثابت ہوے اور اونکو یہہ بہی نہین معلوم ہوا کہ وہ الہام ہے یا وسوسہ شیطانی۔ بقول مرزا صاحب نبیون کے الہامون اور مشاہدون کی یہہ حالت ہو تو مرزا صاحب کے الہام کس شمار و قطار مین ہین +

اسی کا مؤید یہہ واقعہ بہی ہے جو نفحات الانس مین مولانا جامی نے ابو محمد خفاف رح کے حالمین لکہا ہے کہ ایک مجلس مشایخ شیراز کا مجمع تہا جس مین ابو محمد خفاف بہی تہے گفتگو مشاہدہ کے باب مین شروع ہوئی ہر ایک نے اپنے معلومات بیان کئے ابو محمد رح سب سنتے رہے اور اپنی تحقیق کچہہ نہ بیان کی۔ مؤمل جصاص نے کہا کہ کچہہ آپ بہی گوہر ریزی فرماوین اونہون نے کہا یہہ تحقیقات کافی ہین۔ مؤمل رح نے

اصرار کیا اسپر ابو محمدؒ نے فرمایا کہ یہہ جسقدر گفتگو تہی حد علم مین تہی حقیقت مشاہدہ کی کچہہ اور ہے اور وہ یہہ ہے کہ حجاب منکشف ہوکر معاینہ ہوجاوے۔ سب نے کہا یہہ آپکو کیونکر معلوم ہوا آپ نے کہا مین ایک بار تبوک مین تہا مشقت اور فاقہ کی حالت مین مناجات کر رہا تہا کہ یکایک حجاب اٹہہ گیا دیکہا کہ حق تعالی عرش پر جلوہ افروز ہے مین دیکہتے ہی سجدہ مین گرا اور عرض کیا۔ یامولائی ماھذا مکانی وموضعی منک۔ یہہ سنکر سب خاموش ہوگئے موملؒ نے کہا چلئے ایک بزرگ سے ملاقات کرا دین۔ اور ابن سعد ان محدث کے ہان اونکو لیگئے وہ نہایت تعظیم وتکریم سے پیش آئے۔ موملؒ نے کہا اے شیخ! وہ روایت آپنے جو ہمکو سنائی تہی ذکر کیجئے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان للشیطان عرشا بین السماء والارض اذا اراد اللہ بعبد فتنۃ کشف لہ عنہ۔ شیخ نے بسند متصل وہ روایت سنائی جسکا مطلب یہہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آسمان اور زمین کے درمیان مین شیطان کا تخت ہے جب خدا تعالی کو منظور ہوتا ہے کہ کسی بندہ کو فتنہ مین ڈالے یعنے گمراہ کرے تو شیطان اسپر منکشف ہوجاتا ہے +

ابو محمدؒ روتے ہوے بے اختیار اٹھے اور کئی روز غائب رہے مؤملؒ کہتے ہین جب اون سے ملاقات ہوئی مین نے پوچہا کہ اتنے روز آپ کہان رہے کہا اوس کشف ومشاہدہ کے وقت سے جتنی نمازین پڑہی تہین سب کی قضا کی اسلئے کہ وہ سب شیطان کی پرستش تہی۔ پہر کہا کہ اب اسکی ضرورت ہے کہ جہان اوسکو دیکہا سجدہ کیا تہا وہین جاکر اوس پر لعنت کرون چنانچہ وہ پہر چلے گئے اور پہر اون سے ملاقات نہوئی۔ انتہی۔

چونکہ ابو محمدؒ سعید ازلی تہے گو چند روز امتحاناً اس مہلک فتنہ مین مبتلا رہے مگر جب حدیث شریف پہونچی تو فوراً متنبہ ہوگئے اور اوس کشف ومکشوف دونوں پر لعنت کی۔

اس سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب نے مسلمانون کے ساتہہ جہگڑون کی بنیاد جو ڈالی

اسکا سبب یہی تھا کہ شیطان نے اون پر وحی کی تہی مگر افسوس ہے کہ مرزا صاحب نے
اوس وحی شیطان کو خدا تعالی کی وحی خیال کر لیا اگر ذرا غور کرتے کہ خدا کی وحی سے
مسلمانون مین باہم اتحاد پیدا ہوتا ہے جیسا کہ صحابہ مین تہا اور شیطان کی وحی سے
مسلمانونکے ساتہہ جہگڑے ہوا کرتے ہین جیسا کہ آیت متذکرہ بالا سے ثابت ہے
تو ہرگز اونکو دہوکا نہوتا ✦

اب مسلمانون کو چاہئے کہ اوسکے دہوکے مین نہ آئین ورنہ بموجب آیہ موصوفہ
مشرک ہو جائینگے - یہہ بہی معلوم رہے کہ خدا کی وحی جہوٹے اور ملعون شخص پر
ہرگز نہین ہو سکتی اور خود مرزا صاحب کے اقرار سے ثابت ہے کہ وہ جہوٹے
اور ملعون شخص ہین - جسکا ثبوت مرشدنا علامہ دہر فہامہ عصر اوستاد العلماء فی زمانہ
عارف باللہ عالیجناب حاجی حافظ مولوی محمد انوار اللہ صاحب نے اپنی کتاب
افادۃ الافہام مین نہایت تفصیل و وضاحت کے ساتہہ دیا ہے - اگر منظور ہو
تو کتاب موصوف منگوا کر ملاحظہ فرمائیے - غرضکہ جو وحی انبیا کا خاصہ ہے اور صحابی
جو ہوا کرتی ہے جسکو الہام کہتے ہین اوس سے مرزا صاحب کو کوئی تعلق نہین ✦
رہا مسئلہ در تاویل، سو آپ مرزا صاحب سے نہین کہ کل مذاہب باطلہ کے لوگ
قرآن مین تاویل کرکے اپنا مذہب ثابت کرنا چاہتے ہین چنانچہ فرقہ باطنیہ کے لوگون نے
قرآن مین تاویل کرکے یہہ بات بنائی کہ شراب مردار وغیرہ کل اشیا حلال ہین اور نماز
روزہ وغیرہ عبادات کی کوئی ضرورت نہین سب فضول و بیکار رسمین ہین جسکا حال
مولانا صاحب موصوف نے اوسی کتاب مین بکمال وضاحت تحریر فرمایا ہے -
اب اگر مرزا صاحب کی تاویلین مان لیجائین تو فرقہ باطنیہ کی تاویلین کیون نہ مانی جائین
جس سے بالکل بیفکری ہو جائے اور کسی کی اطاعت کی حاجت نہ رہے -
غرضکہ ہر شخص تاویل کرنیکا مجاز نہین - جن آیتون مین تاویل کی ضرورت تہی
صحابہ تابعین اور تبع تابعین نے معین کر دیا اور قرون ثلاثہ جو مشہود بالخیر ہین
اونکے بعد کسی کو حق نہین کہ اپنے مطلب کے موافق تاویل کر سکے - اب مسلمانونکو

صحت نامہ کتاب مقاصد الاسلام

خدا کا شکر ہوا ختم حصہ اول کتاب عمدہ کا جو ہے مفید خاص و عام

الہام یہ گلستاں نے مصرعہ تاریخ چھپی کتاب اشارت مقاصد اسلام

مولوی محمد مظفر الدین صاحب حیدرآبادی کی